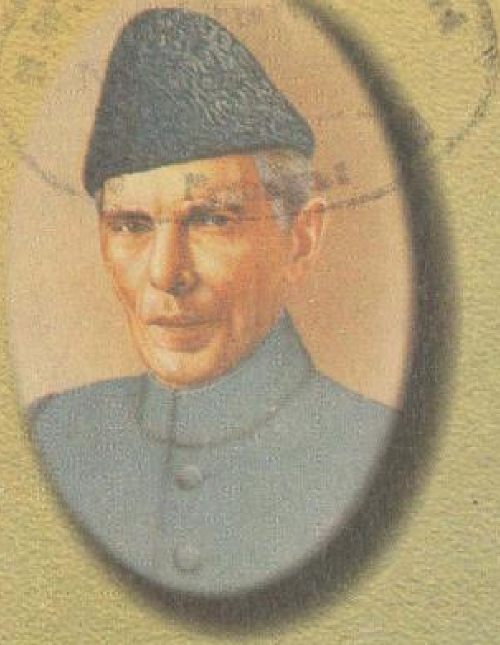
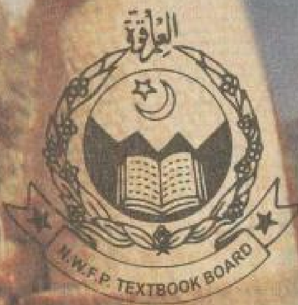
مُعاشرتی عُلوم

جماعت پنجم





پبلشرز: سٹار بُک بنک قصہ خوانی پشاور

این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بُک بورڈ، پشاور

25

مُعاشرتی عُلُوم

جماعت پنجم



پبلشر:

سٹار بک بنک قصہ خوانی پشاور

برائے

این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بُک بورڈ، پشاور



تیار کردہ این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور منظور شدہ محکمہ تعلیم، صوبہ سرحد
بطور واحد نصابی کتاب برائے جملہ مدارس صوبہ سرحد و قبائلی علاقہ جات۔
قومی ریویو کمیٹی، وفاقی وزارت تعلیمات و صوبائی رابطہ، حکومت پاکستان نے اس کتاب کو ریویو کیا۔

مُصنّفین

عبد الرؤف فاروقی
محمد علی شاہ، پرنسپل
محمود احمد طارق
دلاسا خان مروت
صوفی غلام محمد

شریف سنز پرنٹرز پشاور

فہرست مضامین

صفحہ

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰنِ الرّحیم ○

(شروع ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان بڑا رحم والا ہے)

پہلا باب

ہمارا وطن

ایشیا کے نقشے میں پاکستان کو دیکھیے۔ یہ براعظم ایشیا کے جنوبی حصّے میں ایک وسیع علاقہ میں پھیلا ہُوا ہے۔ پاکستان کے شمال میں ہمالیہ، قراقُرم اور ہندوکُش کے پہاڑ ہیں۔ جنوب میں بحیرہ عرب، مشرق میں بھارت، اور مغرب میں افغانستان اور ایران کے ملک ہیں۔ پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، نیپال، بھوٹان، سری لنکا اور مالدیپ کے ملکوں کو برصغیر پاک و ہند یا جنوبی ایشیا کہا جاتا ہے۔

مسّلمانوں اور ہندوؤں کی تہذیب میں فرق

برصغیرِ پاک و ہند میں مسّلمانوں کی حکومت قائم ہونے سے پہلے ہندو آباد تھے۔ مُسلمان اس مُلک کو فتح کر کے یہاں آباد ہوگئے۔ اپنے مذہب، رہن سہن، لباس، خوراک، شادی بیاہ اور کفن دفن کے طریقوں کی وجہ سے مسلمان ہندوؤں سے بالکل مختلف ہیں۔ ہندوؤں اور مُسلمانوں میں بہت سی باتوں میں بہت بڑا اور واضح فرق پایا جاتا ہے۔ مُسلمان ایک خُدا کے ماننے والے ہیں۔ وہ خُدائی صِفات میں کسی اور کو شریک کرنا ایک عظیم گُناہ سمجھتے ہیں، جبکہ ہندو بہت سے دیوتاؤں پر ایمان رکھتے ہیں اور قسم قسم کے بُتوں کی پُوجا کرتے ہیں۔ اسلامی قانون میں چھوٹے بڑے یا امیر غریب کا کوئی فرق نہیں مانا جاتا ہے۔ ایک مُسلمان معاشرے میں تمام لوگوں کے حقوق اور فرائض برابر ہوتے ہیں اور ہر اہم فیصلہ باہمی صلاح مشورے سے قرآن و سُنّت کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ برخلاف اِس کے ہندو معاشرے میں علیحدہ علیحدہ چار ذاتیں ہیں۔ اُونچی ذات والے ہندو نیچی ذات والے ہندوؤں کے قریب بیٹھنا بھی گوارا

نہیں کرتے ہیں ۔ ایک جگہ مِل بیٹھ کر کھانا ، یا ایک ہی مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے کو معیُوب بات سمجھتے ہیں ۔ نیچی ذات والا کسی چیز کو چھُولے تو اُونچی ذات کے ہندُوؤں کے نزدیک وہ چیز ناپاک ہوجاتی ہے اور وہ اُس کو ہاتھ نہیں لگاتے ۔ مُسلمانوں اور ہندُوؤں کے مذہبی تہوار بھی اَلگ اَلگ ہیں ۔ دونوں کی قومی تاریخ بھی جُدا ہے ۔ غرض دونوں قوموں میں مذہب ، مُعاشرت ، رَسم و رِواج ، عادات کوئی چیز بھی مُشترک نہیں ہے ۔

آزاد مُملکت کے قیام کی ضرُورت

مُسلمان اور ہندو برصغیر پاک و ہند میں سات سو سال تک ایک ساتھ رہے ۔ مُسلمانوں نے حکمران ہونے کے باوجود ہندُوؤں کے ساتھ بڑی فراخ دِلی ، رواداری اور اِنصاف کا سلُوک کیا ۔ مگر ہندُوؤں نے مُسلمانوں کے ساتھ کبھی بھی تعاون نہیں کیا ۔ وہ برصغیر میں مُسلمانوں کا وجُود تک برداشت کرنے کو تیار نہیں تھے ۔ اس وجہ سے مُسلمانوں اور ہندووں میں سماجی ، مذہبی اور سیاسی اِختلافات قائم رہے اور ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجانے کا خیال بڑھتا رہا ۔

مُسلمانوں کے خِلاف انگریزوں اور ہندُوؤں کا اتّحاد انگریز برصغیر کے ساتھ تجارت کی غرض سے آئے تھے ، لیکن مختلف حیلے بہانوں سے اُنھوں نے اپنے آپ کو طاقتور بنانا شروع کیا اور آہستہ آہستہ سارے ملک پر اپنا قبضہ جمالیا ۔ انگریز مُسلمانوں کے سخت خلاف تھے ۔ 1857 کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں نے مُسلمانوں کو اور بھی تنگ کرنا شروع کیا ۔ اُن کی معاشی ، تعلیمی اور سیاسی حالت تباہ کی جانے لگی ۔ اس صورت حال سے ہندُوؤں نے فائدہ اُٹھانا شروع کیا ۔ وہ انگریزوں کے حامی بن گئے اور ان کی سرپرستی سے پورا فائدہ اُٹھانے لگے ۔ اُنھوں نے مختلف مراعات اور سرکاری عہدے حاصل کرکے حکومت میں اپنی پوزیشن مضبوط کرلی ۔ کچھ عرصے بعد ایک انگریز افسر ہیوم نے 1885ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے نام سے ایک سیاسی جماعت کی بنیاد رکھی ۔ جس نے ہندووَں کے مفاد کو تحفظ اور ان کے لئے سیاسی پلیٹ فارم فراہم کیا ۔

سرسید احمد خان کی خدمات مُسلمان جب تعلیمی، سیاسی اور مُعاشی طور پر بہت بدحال ہوگئے تو سرسید احمد خان اُن کی رہبری کے لیے سامنے آئے سرسید احمد خان بڑے دُور اندیش اور مُسلمانوں کے صحیح معنوں میں خیر خواہ تھے۔ سیّد احمد خان کو مسلمانوں سے محبت تھی اور وہ ان کی حالت بہتر بنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے کوشش کی کہ مسلمان انگریزوں کے ساتھ اپنے روّیے میں تبدیلی لائیں۔ مُسلمان اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم بھی حاصل کریں تاکہ اُنھیں بھی حکومت کے کاموں اور سرکاری ملازمت میں حِصّہ مل سکے اور وہ ترقّی کر سکیں۔ اس مقصد کے لیے اُنھوں نے علی گڑھ میں ایک کالج قائم کیا، جو بعد میں یونیورسٹی بن گیا۔ سیّد احمد خان نے کہا کہ مُسلمان اور ہندو دو علیحدہ علیحدہ قومیں ہیں۔ مُسلمانوں کو ایک قوم کی حیثیت سے الگ مُنظّم ہونا چاہیے۔ اُنھیں کانگرس میں شامل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ کانگرس ہندوؤں کی جماعت ہے۔ سیّد احمد خان کی اِن باتوں سے مُسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی۔ کچھ عرصے بعد مُسلمانوں نے اپنی علیحدہ سیاسی جماعت بنالی جس کا نام مُسلم لیگ رکھا گیا۔

پاکستان کا تصوّر اور علامہ اقبالؒ مُسلمانوں کے لیے علیحدہ مُلک یعنی پاکستان کا تصوّر سب سے پہلے علامہ اقبالؒ نے قوم کے سامنے پیش کیا۔ علامہ اقبالؒ نے آلہ آباد میں مُسلم لیگ کے 1930ء کے سالانہ جلسے میں یہ مُطالبہ کیا کہ جِن علاقوں میں مُسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے، اُنھیں مِلا کر مُسلمانوں کی آزاد اور خُود مختار ریاست بنائی جائے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری کے ذریعے مُسلمانوں میں ایک نئی رُوح پھونک دی۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے اس مُطالبے کی مخالفت کی اور جب برصغیر کے کئی صوبوں میں کانگرس کی حکومت قائم ہوئی تو ہندوؤں نے مُسلمانوں کے ساتھ ہر طرح کی ناانصافی کی۔

قائد اعظم محمد علی جناحؒ قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو مُسلمانوں نے مُسلم لیگ کا صدر چُنا۔ اُن کی کوششوں سے برصغیر کے مُسلمان مُسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ قائد اعظمؒ کی عقلمندی، دُور اندیشی اور خلُوص کی وجہ سے مُسلمانوں میں پاکستان حاصل کرنے کا جذبہ

بڑھ گیا۔ چند کانگرسی مُسلمانوں کے علاوہ برصغیر کے سارے مُسلمان قائد اعظمؒ کے ساتھ ہوگئے۔ 1940ء میں لاہور میں مُسلم لیگ کا جو جلسہ قائد اعظمؒ کی صدارت میں ہُوا، اس میں مُسلمانوں کی طرف سے اپنے لیے ایک الگ مملکت یعنی پاکستان کا باقاعدہ مُطالبہ کیا گیا۔ ہندوؤں اور انگریزوں نے اس مُطالبے کی بڑی مخالفت کی اور کئی متبادل تجویزیں پیش کیں، مگر قائد اعظمؒ پاکستان کے مُطالبے پر جمے رہے۔ آخر کار پاکستان کا مُطالبہ منظور کرلیا گیا۔ برصغیر کے مشرقی اور مغربی علاقوں کو مِلا کر جہاں مُسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی، ایک آزاد مملکت پاکستان 14 اگست 1947ء کو قائم کی گئی۔ اس طرح قائد اعظمؒ کی اَن تھک کوششوں سے مُسلمانوں کو آزادی نصیب ہوئی۔

نظریۂ پاکستان

مُسلمانوں نے پاکستان کا مُطالبہ دو بالکل الگ قوموں کے نظریے کی بِنا پر کیا تھا۔ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ہندو اور مُسلمان دو علیحدہ علیحدہ قومیں تھیں اور اِن کا ایک قوم کی طرح مِل جُل کر رہنا ناممکن تھا۔ ہندو چونکہ تعداد میں زیادہ تھے، اس لیے وہ برصغیر میں ہندو راج قائم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اگر برصغیر ایک مُلک کی حیثیت سے قائم رہتا تو اکثریت میں ہونے کی وجہ سے ہندو اپنی مرضی کے قوانین بناتے۔ اس طرح مُسلمان ہمیشہ کے لیے محکوم اور مجبور بن کر ہندوؤں کے رحم و کرم پر رہ جاتے۔ مُسلمان ایسی حکومت چاہتے تھے جس میں وہ آزاد ہوں، اپنی زندگی قُرآنِ کریم کے احکامات اور رسُولِ کریمؐ کی ہدایات کے مطابق بسر کر سکیں۔ اِسلام صرف مذہب کا ہی نام نہیں بلکہ اس میں پوری زندگی کے لیے مکمل ہدایات موجود ہیں۔ قُرآنِ کریم کے احکامات اور رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت پر عمل کرکے ہر مُسلمان اپنی زندگی سنوار سکتا ہے۔ ہندو راج میں ایسا ممکن نہیں تھا، اس لیے برصغیر کے مُسلمانوں نے بڑی قربانیاں دے کر پاکستان حاصل کیا تاکہ وہ قرآن اور سُنّت کی روشنی میں اپنی زندگی اِسلامی احکامات کے مطابق گزار سکیں۔ یہ نظریہ جس کے تحت

قیامِ پاکستان کے لیے جِدّو جُہد کی گئی، نظریۂ پاکستان کہلاتا ہے۔

پاکستان کے خلاف بھارت کے بُرے ارادے

مُسلمانوں کی کوشش سے اگرچہ پاکستان بحیثیتِ ایک الگ آزاد ملک کے وجُود میں آیا، لیکن ہندُوؤں نے اسے دِل سے قبُول نہیں کیا تھا۔ وہ پاکستان کے خِلاف بُرے اِرادے رکھتے تھے۔ دونوں ملکوں کی سرحدیں مقرّر کرتے وقت پاکستان کے ساتھ اِنصاف نہیں کیا گیا۔ انگریزوں نے بھی ہندُوؤں کی طرف داری کی اور بعض ایسے علاقے جن میں مُسلمانوں کی آبادی زیادہ تھی، وہ بھارت میں شامل کردیے گئے۔ صوبہ بنگال اور صوبہ پنجاب کو تقسیم کردیا گیا۔ صوبہ پنجاب کا ضلع گورداسپُور جس میں مُسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، صِرف اس لیے بھارت کو دے دیا گیا کہ اُس کی سرحدیں ریاستِ کشمیر کے ساتھ مل سکیں اور اُسے وہاں آنے جانے میں آسانی ہو۔

کشمیر کا مسئلہ شمال میں پاکستان سے بالکل مِلا ہُوا ریاست جمّوں و کشمیر کا علاقہ ہے۔ وہاں کی آبادی کا 85 فیصد مُسلمان ہیں۔ قانونِ آزادئ ہند میں جس کے تحت پاکستان قائم ہوا، یہ طے کردیا گیا تھا کہ جس علاقے میں مُسلمانوں کی آبادی زیادہ ہوگی وہ پاکستان میں شامل ہوگا اور ریاستیں اپنے حالات کے مطابق پاکستان یا بھارت میں سے جس کے ساتھ شامل ہونا چاہیں، شامل ہوجائیں۔ اس طرح کشمیر کی 85 فیصد مسلم آبادی کی بنا پر کشمیر کو پاکستان کے ساتھ شامل ہونا تھا۔ پاکستان میں بہنے والے سارے دریا کشمیر سے نکلتے ہیں۔ آمد و رفت کے تمام زمینی راستے بھی پاکستانی عِلاقوں سے گزرتے تھے، اس لیے بھی اس ریاست کا پاکستان میں شامل ہونا ضروری تھا۔ لیکن کشمیر کا راجا ہندُو تھا۔ وہ مُسلمانوں پر ظُلم کرتا تھا۔ بھارتی لیڈروں نے ہندُو راجا کو اپنے ساتھ مِلا لیا اور کشمیر کو کشمیری عوام کی مرضی کے خلاف بھارت میں شامل کر لیا۔ ہندُو راجا کے غیر قانونی اور سراسَر ناجائز فیصلے کو جواز بنا کر بھارت نے اپنی فوج کشمیر میں بھیج دی تاکہ کشمیری عوام اور ریاست کو غُلام بنایا جاسکے۔

جنگِ کشمیر جب بھارت نے کشمیر پر زبردستی قبضہ کرنے کے لیے اپنی فوجیں وہاں بھیج دیں تو کشمیری عوام بھارت کی اِس فوجی کارروائی کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ پاکستان کے مجاہدین بھی اپنے کشمیری بھائیوں کی مدد کے لیے جا پہنچے۔ دونوں ملکوں میں 1948ء میں جنگ ہوئی اور کشمیر کا کچھ علاقہ بھارتی فوج کے قبضے سے آزاد کرالیا گیا جو آج تک آزاد جموں و کشمیر کے نام سے قائم ہے۔

کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضے کا مسئلہ اقوامِ مُتحدہ کے سامنے پیش ہوا۔ اقوامِ مُتحدہ دُنیا کی قوموں کے نمائندوں کی انجمن ہے۔ اِس کا دفتر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے شہر نیویارک میں ہے۔ یہ انجمن دُنیا کی قوموں کے آپس کے جھگڑے طے کرانے کی کوشش کرتی ہے۔ کشمیر کے معاملے میں اِس نے فیصلہ کیا کہ کشمیر پاکستان میں شامل ہو یا بھارت میں، اِس بات کا فیصلہ کشمیریوں کی عام رائے شُماری سے کیا جائے۔ پاکستان اور بھارت نے یہ فیصلہ منظور کرلیا، لیکن بھارت جانتا تھا کہ اگر رائے شُماری ہوئی تو کشمیر کی ساری مُسلمان آبادی پاکستان کے حق میں ووٹ دے گی، اس لیے اس نے آج تک رائے شُماری نہیں کرانے دی اور دُنیا کے تمام ملکوں کی مرضی کے خلاف کشمیر پر زبردستی قبضہ کیا ہُوا ہے۔

1965ء کی جنگ کشمیر کا مسئلہ بھارت اور پاکستان کے درمیان برابر مخالفت کا باعث بنا ہُوا ہے۔ بھارت سے آزادی حاصل کرنے کے لیے 1965ء میں کشمیری عوام ایک بار پھر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُنھوں نے چھاپہ مار جنگ کے ذریعے بھارتی فوج کو زبردست نُقصان پہنچانا شروع کیا۔ کشمیریوں کی قوّت توڑنے کے لیے بھارتی فوج نے کشمیر میں جنگ بندی کی سرحد پار کرکے آزاد کشمیر میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر پاکستانی فوجوں نے اُنھیں پیچھے دھکیل دیا۔ کشمیر میں ناکامی کی صورتِ حال سے دوچار ہوکر بھارت نے بغیر کسی اعلانِ جنگ کے ایک زبردست فوج سے لاہور کے قریب پاکستان پر اچانک حملہ کردیا۔ بھارت کی کوشش تھی کہ چوری چھُپے اچانک لاہور پر قبضہ کرلے، لیکن پاکستان کے بہادر فوجی جوانوں نے بھارتی فوج

کے منصوبے خاک میں ملا دیے اور اُنھیں زبردست نقصان پہنچایا۔ لاہور کے محاذ پر مُنہ کی کھانے کے بعد بھارت نے سیالکوٹ کے قریب ایک اور محاذ کھول دیا۔ یہاں بھارت نے ٹینکوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ زبردست حملہ کیا، لیکن پاکستان کے دلیر جانبازوں نے بھارت کے ٹینکوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے تباہ کر دیا۔ اس طرح سیالکوٹ کے محاذ پر بھی اُسے بُری طرح شکست ہوئی۔ فضائی محاذ پر پاک شاہینوں نے بھارت کے اکثر فضائی اڈوں کو تہس نہس کیا اور ہر جگہ بھارتی ہوائی جہازوں کے پرخچے اڑا دیے۔ سمندری لڑائی میں بھی پاکستان کا پلہ بھاری رہا، اِس لیے بھارت نے مجبور ہو کر جنگ بندی قبول کر لی اور کچھ عرصہ بعد صُلح کا معاہدہ ہو گیا۔

1971ء کی جنگ پاکستان کے خلاف بھارت کی دُشمنی برقرار رہی۔ وہ پاکستان کو نقصان پُہنچانے کی مُسلسل کوشش کرتا رہا۔ اس مرتبہ اُسے مشرقی پاکستان میں موقع مل گیا۔ مشرقی پاکستان کا سارا علاقہ ہر طرف سے بھارت میں گھرا ہوا تھا اور موجودہ پاکستان سے تقریباً 1600 کلومیٹر دُور تھا۔ وہاں ہندوؤں کی تعداد بھی کافی تھی۔ بھارت نے اپنے ایجنٹوں اور تخریب کاروں کے ذریعے وہاں فسادات کروائے اور بعد میں مشرقی پاکستان پر چاروں طرف سے فوجی حملہ کر دیا۔ اس طرح پاکستان کو بھارت سے 1971ء میں ایک اور جنگ لڑنی پڑی۔ یہ جنگ دو ہفتے تک جاری رہی۔ اس کے بعد مشرقی پاکستان علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش بن گیا۔ اس واقعہ کا ہمارے مُلک پر بہُت بُرا اثر پڑا۔

پاکستان ایک بڑا مُلک ہے۔ یہاں کے لوگ بہُت بہادر، محنتی اور جفاکش ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مُلک کو بہُت سی نعمتوں سے نوازا ہے۔ ہمارے پاس زرخیز زمین کے بڑے بڑے میدان ہیں۔ آب پاشی کا بہترین نظام ہے۔ قِسم قِسم کی مُفید معدنیات مُلک میں موجُود ہیں۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم خوب محنت کریں۔ مرد اور عورتیں زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کریں اور ہر شُعبہ میں زیادہ سے زیادہ ترقی کریں۔ اس طرح ہمارا مُلک مزید

طاقتور بنے گا۔ ہم مضبوط سے مضبوط تر ہو جائیں گے اور کوئی بھی دُشمن پاکستان کی سلامتی کے لیے کبھی خطرہ نہیں بن سکے گا۔

سوالات

1۔ مُسلمانوں اور ہندوؤں کی تہذیب میں کیا فرق ہے؟
2۔ مُسلمانوں میں ایک الگ وطن بنانے کا خیال کیوں پیدا ہوا؟
3۔ کن باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندو اور مُسلمان دو علیحدہ قومیں ہیں؟
4۔ پاکستان کس نظریے کے تحت بنایا گیا؟
5۔ مسئلہ کشمیر کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟
6۔ سیّد احمد خان نے مسلمانوں کی آزادی کے لیے کیا خدمات انجام دیں؟
7۔ مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو کر کب بنگلہ دیش بنا؟

عملی کام

1۔ ایشیا کے نقشہ میں برصغیر پاک و ہند میں وہ مقامات دکھائیں جہاں پاکستان بننے سے پہلے مُسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی۔
2۔ کشمیر کے نقشہ میں وہ علاقہ دکھائیں جو آزاد کرا لیا گیا ہے۔
3۔ 1965ء کی جنگ میں وطن کی حفاظت کے لیے جن جانبازوں کو "نشانِ حیدر" کے تمغے ملے اُن کی تصویریں جمع کر کے البم میں لگائیے اور اُن کی بہادری کے حالات معلوم کر کے اپنی کاپی میں لکھیے۔

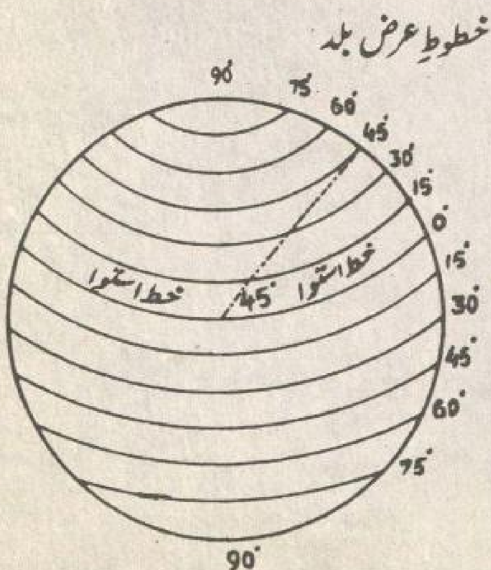
دوسرا باب

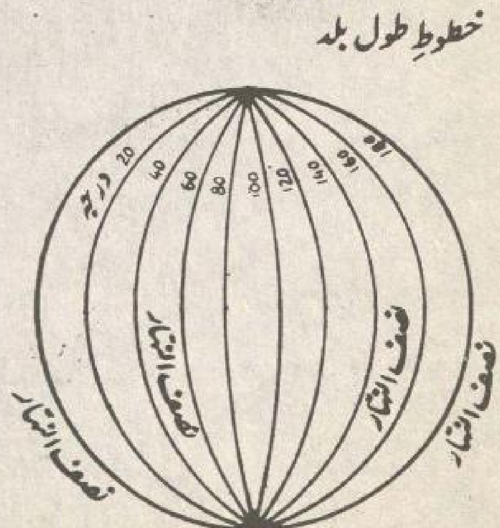
ہماری سرزمین

حُدودِ اربعہ | پاکستان تین طرف سے دوسرے مُلکوں سے مِلا ہُوا ہے ۔ اِس کے شمال مشرق میں عوامی جمہوریہ چین ، شمال مغرب میں افغانستان ، اور مغرب میں ایران کے ملک ہیں ۔ مشرق میں بھارت واقع ہے ۔ جُنوب میں بحیرۂ عرب ہے ۔ پاکستان کا رقبہ 796,096 مربع کلومیٹر ہے ۔ اس کے شمال میں کوہِ ہمالیہ اور کوہِ قراقُرم کے سلسلے دُور تک پھیلے ہوئے ہیں ۔ اس علاقے میں دُنیا کی دوسری سب سے اُونچی چوٹی کے۔ٹو (K-2) واقع ہے ۔ یہ کوہ قراقُرم میں ہے ۔ پاکستان کی شمال مشرقی سرحد چین سے ملتی ہے ۔ پہاڑوں کو کاٹ کر ایک سڑک بنائی گئی ہے جسے شاہراہِ قراقُرم کہا جاتا ہے ۔ یہ شاہراہ پاکستان کو چین سے مِلاتی ہے ۔

مغربی حصے میں کوہِ ہمالیہ کی مغربی شاخوں کا رُخ شمال سے جُنوب کی طرف ہوگیا ہے ۔ ان میں کوہِ سفید ، کوہِ سُلیمان اور کھیرتھر کا پہاڑی سِلسلہ صُوبہ سرحد سے ہُوتا ہوا صُوبہ بلوچستان اور سندھ تک چلاگیا ہے ۔ ملک کے مشرقی حصّے میں دریائے سِندھ کا میدانی علاقہ ہے جسے دریائے سِندھ اور اس کے معاون دریا سیراب کرتے ہیں ۔

خطُوطِ طولِ بَلد اور عرضِ بَلد کے مُطابِق پاکستان کا مَحَل وقوُع | آپ جانتے ہیں





کہ زمین گول ہے۔ اگر اس کے اِرد گرد مشرق سے مغرب کی طرف ایک لکیر کھنچی ہوئی تصوّر کرلی جائے تو زمین دو حصوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ ایسی ایک فرضی لکیر تصور کرلی گئی ہے۔ اس لکیر کو خطِ استوا کہتے ہیں۔ خطِ اِستوا کے شمال اور جنوب میں برابر برابر فاصلے پر نوے نوے خطوط یا لکیریں کھچی ہوئی فرض کر لی گئی ہیں۔ اُوپر کا حِصّہ نصف کُرّہ شمالی اور نیچے کا حِصّہ نصف کرّہ جنوبی کہلاتا ہے۔ یہ خُطوط مشرق سے مغرب کو جاتے ہیں۔ ان کو خُطوطِ عرض بلد کہتے ہیں۔ ایسے ہی دوسرے خُطوط شمال سے جنوب کی طرف جاتے ہیں۔ اُنھیں خطوطِ طول بلد کہتے ہیں۔

پاکستان کا محلِ وقوع آپ گلوب یا دُنیا کا نقشہ دیکھیں۔ آپ کو طول بلد اور عرض بلد کے خطوط صاف نظر آئیں گے۔ ان کی مدد سے آپ فوراً بتا سکتے ہیں کہ کون سا مُقام کس جگہ واقع ہے۔ پاکستان کے محل وقوع کو دیکھیے۔ پاکستان شمالی نصف کرّہ میں 24 اور 37 خُطوطِ عرض بلد شُمالی ، 61اور 75.5 خطوط طول بلد شرقی کے درمیان واقع ہے۔

منطقے

سُورج سے زمین کو گرمی حاصل ہوتی ہے۔ سُورج جب چمکتا ہے تو اس کی شُعاعیں کُرّہ اَرض پر کہیں سیدھی پڑتی ہیں اور کہیں ترچھی۔ زمین کے جن حِصّوں پر سُورج کی شُعاعیں سیدھی پڑتی ہیں وہاں گرمی زیادہ ہوتی ہے، اور جہاں ترچھی پڑتی ہیں وہاں گرمی کم ہوتی ہے یا بالکل نہیں ہوتی۔ گرمی کی کمی بیشی کے لحاظ سے اس کُرّہ ارض کو مختلف حِصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے جنھیں منطقے کہا جاتا ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

1۔ منطقہ حارہ یہ منطقہ خطِ اِستوا کے دونوں طرف خطِ سرطان اور خط جدی کے درمیان واقع ہے۔ سُورج کی شعاعیں اس منطقے پر بالکل سیدھی پڑتی ہیں، اس لیے اس منطقے میں سارا سال گرمی رہتی ہے۔ جو ممالک اس منطقہ کے علاقے میں واقع ہیں وہاں کی آب و ہُوا گرم ہے۔

2۔ **منطقہ مُعتدِلہ شمالی و جنوبی** خطِ سرطان اور دائرہ قطبِ شمالی کے درمیان کا علاقہ منطقہ مُعتدِلہ شمالی، اور خطِ جدی اور دائرہ قُطبِ جنوُبی کا درمیانی علاقہ منطقہ مُعتدِلہ جنوبی کہلاتا ہے۔ سورج کی شعاعیں ان علاقوں پر ترچھی پڑتی ہیں، لیکن گرمیوں میں چونکہ یہ شعاعیں کم ترچھی پڑتی ہیں اس لیے منطقہ مُعتدِلہ، منطقہ حارہ کے مقابلے میں کم گرم اور زیادہ سرد ہوتا ہے۔

3۔ **منطقہ باردہ شمالی و جنوُبی** دائرہ قطبِ شمالی اور قطبِ جنوُبی کے درمیان منطقہ باردہ شمالی، اور دائرہ قطبِ جنوُبی اور قطبِ جنوُبی کے درمیان منطقہ باردہ جنوُبی واقع ہے۔

پاکستان کے محلِ وقوُع کی اہمیّت پاکستان محلِ وقوع کے لحاظ سے بڑا اہم مقام رکھتا ہے۔ پاکستان کے شمال میں چین اور افغانِستان کے ممالک واقع ہیں۔ مشرق میں بھارت کے ساتھ ایک طویل مُشترکہ سرحد ہے۔ مغرب میں افغانِستان اور ایران کے ممالک ہیں۔

چین سے پاکستان کا براہِ راست رابطہ شاہراہِ ریشم یا شاہراہِ قَراقُرم سے پیدا ہوگیا ہے۔ چین اور پاکستان کے درمیان شروع ہی سے نہایت اچھّے تعلقات ہیں۔ بینُ الاقوامی سطح پر چین نے ہمیشہ پاکستان کی حمایت کی ہے۔ مثلاً کشمیر کے مسئلے پر چین نے ہمیشہ پاکستان کا ساتھ دیا ہے۔ اس طرح پاکستان نے ہر مسئلہ میں چین کا ساتھ دیا ہے۔

پاکستان کے مغرب میں خلیج فارس کے تیل پیدا کرنے والے ممالک واقع ہیں جو پاکستان کی تیل کی ضروریات پُوری کرتے ہیں۔ یہ ممالک پاکستان کے ساتھ مذہبی، ثقافتی اور تاریخی رِشتے رکھتے ہیں۔ بحیرۂ عرب کے ذریعے سعوُدی عرب اور برّاعظم افریقہ کے ممالک کے ساتھ رابطہ قائم ہے۔ جنوب مشرقی ممالک مثلاً بنگلہ دیش، ملائیشیا، برونائی اور اِنڈونیشیا بھی اِسلامی مُمالک ہیں، جن کے ساتھ تجارت اور آمدورَفت زیادہ تر بحرِہند کے راستے ہوتی ہے۔

اسلامی دُنیا میں پاکستان کی اہمیّت پاکستان کا شُمار دُنیا کے بڑے اِسلامی ممالک میں ہوتا ہے۔ اِس کی مغربی سرحد کے ساتھ ساتھ افغانستان اور ایران کے مُسلم ممالک ہیں۔

افغانستان اور ایران کی شمالی سرحدوں کے ساتھ وسطی ایشیا کے نو آزاد اسلامی ممالک تاجکستان، کرغیزیہ، ازبکستان، ترکمانستان، قازقستان اور آذربائی جان کے ممالک واقع ہیں۔ ایران کی مغربی سرحد کے ساتھ ملے ہوئے عراق اور ترکی کے ممالک ہیں۔ ان کے ساتھ ملے ہوئے جنوب مغرب کی طرف مسلمان ممالک کا ایک وسیع خطّہ ہے جس میں سعودی عرب، اردن، فلسطین، شام، یمن، اومان، متحدہ عرب امارات، کویت، صومالیہ، اریٹریا، مصر، لیبیا، الجیریا، مراکش، تیونیسیا، سوڈان زیادہ مشہور ہیں۔

مشرق کی سمت میں بھارت کو چھوڑ کر بنگلہ دیش، ملائیشیا، برونائی اور انڈونیشیا کے مسلمان ممالک واقع ہیں۔ اس طرح جغرافیائی لحاظ سے پاکستان، شمال مغرب اور مشرق میں واقع مسلمان ممالک کے تقریباً وسط میں واقع ہے۔ ان تمام ممالک کے ساتھ پاکستان کے بہت قریبی، دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہیں۔

1947ء میں اقوام متحدّہ کا رکن بن جانے کے بعد پاکستان نے تمام اسلامی ممالک کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کیے، اور امداد و تعاون کے معاہدے کیے۔ پاکستان نے ضرورت مند مسلمان ممالک کی ہر قسم کی مدد کی۔ ان کو اعلیٰ تعلیم، فوجی تربیّت اور فنی امداد مہیّا کی۔ ان کی تعلیمی، تکنیکی اور اقتصادی ترقی کے لیے اپنے ماہرین وہاں بھیجے۔ تجارتی لین دین میں ان کو مراعات اور ترجیحات فراہم کیں۔ عالمی تنازعات جیسے افغانستان، فلسطین، سائپرس، الجیریا، لیبیا اور بوسنیا ھرزگوینا میں مسلمانوں کے حقوق بحال کرنے کے لیے پاکستان نے اقوام متحدہ کے اندر اور باہر بھر پور کردار ادا کیا۔

یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تقریباً تمام اسلامی ممالک پاکستان کے ساتھ گہرے برادرانہ تعلقات رکھتے ہیں اور اکثر بین الاقوامی تنازعات میں پاکستان سے صلاح مشورہ کرتے رہتے ہیں۔

پاکستان کے ہمسایہ ممالک پاکستان کے ہمسایہ ممالک میں مشرق میں بھارت کا ملک ہے۔

بھارت کے ساتھ ہماری ایک طویل مُشترک سرحد ہے۔ رقبے اور آبادی کے لحاظ سے بھارت ایک بڑا ملک ہے۔ بھارت میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔ دہلی دارالحکومت ہے۔ دُوسرے قابلِ ذکر شہروں میں ممبئ، چینائی، کلکتہ، احمد آباد، لکھنؤ، علی گڑھ، اجمیر شریف، آگرہ، امرتسر وغیرہ شامل ہیں۔

ہماری مغربی سرحد پر افغانستان اور ایران کے اسلامی ممالک واقع ہیں۔ ان دونوں ممالک کے ساتھ صدیوں سے ہمارے قریبی تاریخی، مذہبی، ثقافتی اور تجارتی تعلقات قائم ہیں۔ افغانستان کا زیادہ تر علاقہ پہاڑی ہے۔ یہ ملک مختلف قسم کے پھلوں کی پیداوار، قراقلی اور اُون کے لیے مشہور ہے۔ کابل یہاں کا دارالحکومت اور مرکزی شہر ہے۔ جلال آباد، قندھار، ہرات، مزار شریف اور غزنی دوسرے اہم شہر ہیں۔ چونکہ افغانستان ہر طرف سے خُشکی میں گھرا ہوا ملک ہے، اس لیے سمندر کے راستے بیرونی ملکوں سے اس کی تجارت پاکستان کی بندرگاہ کراچی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان آمدورفت اور تجارت زیادہ تر دّرہ خیبر اور دّرہ بولان سے گزُرنے والی سڑکوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔

ایران بھی ایک برادر دوست اسلامی ملک ہے۔ ایران کے ساتھ ہمارے قریبی سیاسی، مذہبی، ثقافتی، تعلیمی اور فنی تعلقات ہیں۔ دونوں ملکوں کے مابین سڑک، ریل، ہوائی اور سمندری ذریعوں سے آمد و رفت اور تجارت وغیرہ ہوتی ہے۔ ایران کا دارالحکومت تہران ہے۔ زاہدان، اصفہان، شیراز، مشہد، آبادان، تبریز اور بندر عباس دوسرے اہم شہر ہیں۔

پاکستان کی شمالی سرحد عوامی جمہوریہ چین کے ساتھ ملتی ہے۔ آبادی کے لحاظ سے چین دنیا کا سب سے بڑا ملک ہے۔ اس کی آبادی تقریباً ایک سو گیارہ کروڑ ہے۔ صنعتی اور دفاعی شُعبوں میں چین نے بڑی ترقی کی ہے۔ چین نے ہر موقع پر پاکستان کا کُھلم کُھلا ساتھ دیا ہے اور کئی شعبوں میں پاکستان کی بھرپُور مدد کررہا ہے۔ عالمی امُور میں چین اور پاکستان باہمی صلاح مشورہ سے ایک دوسرے کی مکمل تائید و حمایت کرتے ہیں۔ چین کے ساتھ ہوائی اور

سمندری ذریعوں کے علاوہ ایک سڑک کے ذریعہ بھی پاکستان کا رابطہ قائم ہے۔ اِس سڑک کا نام شاہراہِ قراقُرم ہے۔ اِس سڑک کو قراقُرم کے بلند، دُشوار اور پُرپیچ پہاڑوں کو کاٹ کر دونوں ممالک کے فوجی اِنجنیروں نے بنایا ہے۔

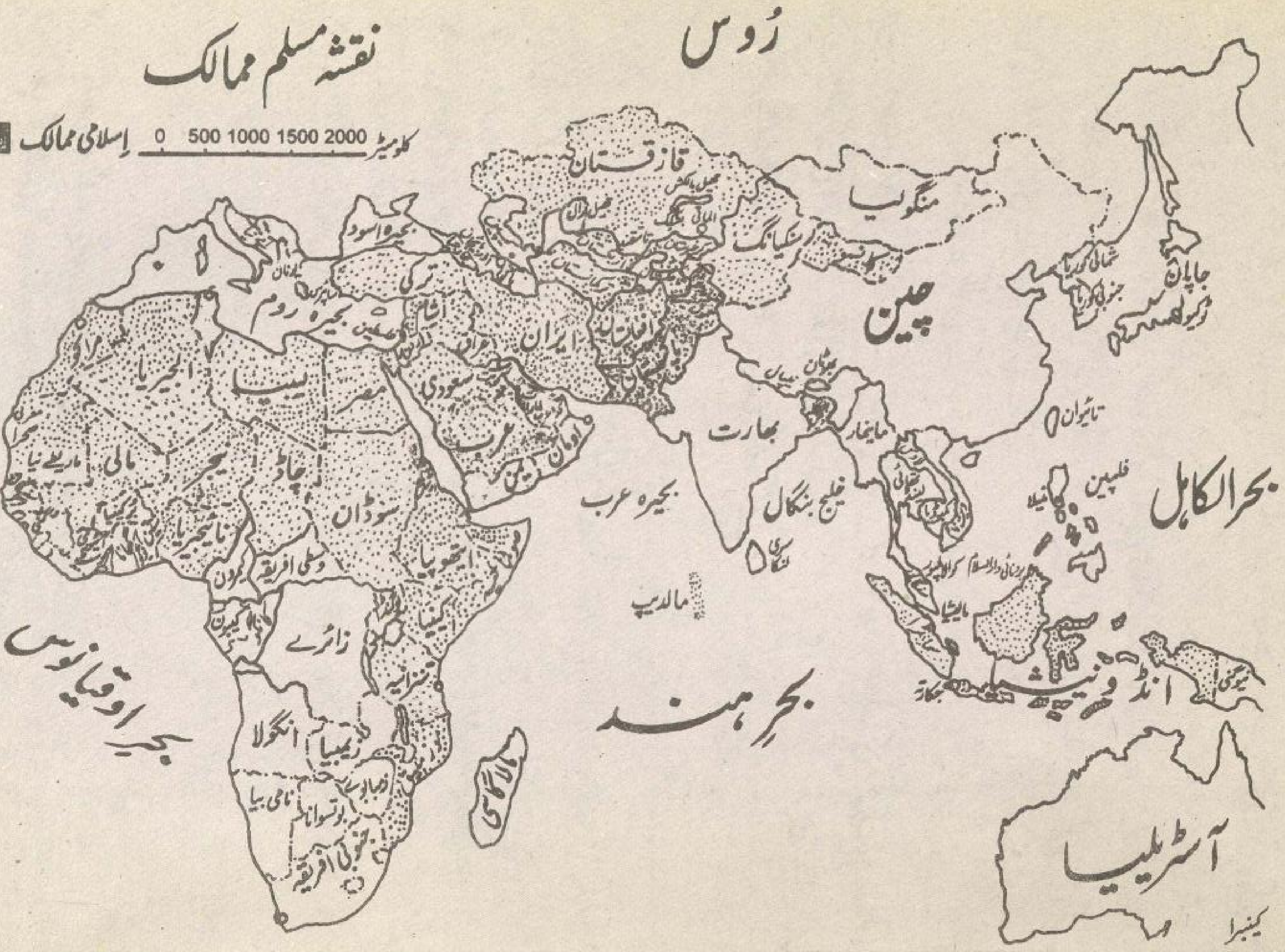
چین کے دارالحکومت کا نام بی جنگ ہے۔ کینٹن، شنگھائی، ہانگ چو، نان کِنگ اور اُرمچی دوسرے اہم شہر ہیں۔ ہانگ کانگ کا اہم جزیرہ بھی اب چین کا علاقہ بن گیا ہے۔

پاکستان کے دیگر قریبی ہمسایہ ممالک میں حال ہی میں آزاد شدہ وسطی ایشیا کے مُسلمان ممالک شامل ہیں۔ ان میں تاجکستان، کرغیزیہ اور اُزبکستان ہماری شمالی سرحد سے ذرا آگے واقع ہیں۔ زمانۂ قدیم سے یہ ممالک اسلامی علوُم، تہذیب اور تمدّن کے مراکز رہے ہیں۔ ہمارے پڑوسی ملک افغانستان کا ایک چھوٹا سا علاقہ واخان، ہماری اور تاجکستان کی سرحد کے درمیان حائل ہے۔ ان ممالک کے ساتھ بھی پاکستان نے سفارتی، مواصلاتی اور تجارتی تعلقات قائم کیے ہیں۔ مختلف دیگر شعبوں میں تعاون کے لیے صلاح مشورے جاری ہیں۔

مندرجہ بالا صورتِ حال کی روشنی میں بھارت کے علاوہ پاکستان اپنے تمام ہمسایہ ممالک کے ساتھ گہرے برادرانہ تعلقات رکھتا ہے۔

بین الاقوامی مُعاملات میں پاکستان کا مقام 1947ء میں وجُود میں آنے کے فوراً بعد پاکستان اقوامِ متحدہ کا رُکن بنا۔ اُس وقت سے پاکستان کے نمائندے ہر سال اس کے اجلاسوں میں باقاعدگی سے شرکت کرتے رہتے ہیں اور دُنیا کے اہم معاملات کا صحیح حل تلاش کرنے میں مدد کرتے ہیں۔

اقوامِ مُتحدّہ کے مختلف ذیلی اداروں کی کارروائیوں میں بھی پاکستان ہر ممکن تعاون کرتا ہے۔ دُنیا میں قیامِ امن کے لیے اقدامات کے سلسلے میں پاکستان اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ ہر محکوُم قوم کی آزادی کی تحریک کو پاکستان کی حمایت حاصل رہی ہے۔ مختلف ملکوں سے تعلقات



نقشہ مسلم ممالک
کلومیٹر 0 500 1000 1500 2000
اسلامی ممالک
روس
قازقستان
منگولیا
چین
جاپان
شمالی کوریا
جنوبی کوریا
بحر الکاہل
تائیوان
فلپین
بھارت
خلیج بنگال
مائینمار
ملائیشیا
انڈونیشیا
آسٹریلیا
کینبرا
بحیرہ عرب
مالدیپ
بحر ہند
ایران
سعودی
عرب
ترکی
بحیرہ اسود
بحیرہ روم
الجیریا
لیبیا
مصر
مالی
چاڈ
نائیجیریا
سوڈان
ایتھوپیا
زائرے
تنزانیہ
انگولا
زیمبیا
جنوبی افریقہ
بحر اوقیانوس

قائم کرنے کے سلسلے میں پاکستان نے بالکل آزاد اور حقیقت پسندانہ پالیسی اختیار کی ہے۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، چین اور جاپان جیسے ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ پاکستان کے سیاسی اور تجارتی تعلقات قائم ہیں۔ تقریباً تمام مسلمان ممالک کے ساتھ پاکستان کے نہایت قریبی برادرانہ تعلقات قائم ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کو درپیش سماجی اور اقتصادی مسائل حل کرنے میں پاکستان سرگرمی سے حصہ لیتا رہا ہے۔

دُنیا کے بہت سے ملکوں کے ساتھ پاکستان نے اِمداد و تعاون کے دو طرفہ معاہدے کیے ہیں۔ اسلامی ممالک کی تنظیم کے علاوہ پاکستان غیر جانبدار ممالک کی تحریک، برطانوی دولت مشترکہ کی انجمن اور جنوبی ایشیائی ممالک کی تنظیم کا بھی ایک سرگرم رُکن ہے۔ اس طرح دنیا کے معاملات میں پاکستان بہت اہم اور تعمیری کردار ادا کر رہا ہے۔

سوالات

1۔ پاکستان کا حدُودِ اربعہ کیا ہے؟
2۔ عرض بلد اور طُول بلد کسے کہتے ہیں؟ پاکستان کتنے درجے طُول بلد اور کتنے درجے عرض بلد پر واقع ہے؟
3۔ پاکستان کو اپنے محلِ وقُوع کے اعتبار سے کیا اہمیّت حاصل ہے؟
4۔ چین اور ایران کے کم از کم دو دو بڑے شہروں کے نام بتائیں۔
5۔ افغانستان کے کم از کم چار بڑے شہروں کے نام بتائیں۔

عملی کام

1۔ پاکستان کے نقشے میں پاکستان کے خاص خاص پہاڑ اور دریا دکھائیں۔
2۔ ایشیا کے نقشے میں پاکستان کے پڑوسی اسلامی ممالک کے نام دکھائیں۔
3۔ ایشیا کے نقشے میں سعودی عرب اور بنگلہ دیش کی نشان دہی کریں۔

تیسرا باب

پاکستان کی سطح

پاکستان کا طبعی نقشہ دیکھیے۔ سطح کے لحاظ سے پاکستان کو آسانی سے چار قدرتی حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(1) شمال مغربی پہاڑی علاقہ ۔ (2) سطح مُرتفع ۔

(3) دریائی میدانی علاقے ۔ (4) ساحلی میدانی علاقے ۔

1۔ شمال مغربی پہاڑی علاقہ پاکستان کے شمال مغرب میں قراقرم کا پہاڑی سلسلہ کوہِ ہمالیہ کی مغربی شاخوں سے جا ملا ہے۔ اِن میں کے ٹو (K-2) اور نانگا پربت کی چوٹیاں ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ مری اور نتھیا گلی کے خُوبصورت پہاڑی علاقے اِن پہاڑوں کے جنوبی دامن میں واقع ہیں۔ ہُنزا، گِلگت، چترال، سوات اور کاغان کی سرسبز و شاداب وادیاں بھی اِن پہاڑوں کے جنوب مغربی سلسلوں میں ہیں۔

شمالی پہاڑوں کا سلسلہ مغرب میں کوہ ہندوکُش سے جا ملا ہے۔ بلند پہاڑوں کا یہی سلسلہ جنوب میں کوہِ سُفید سے کوہِ سُلیمان ہوتا ہوا کھیرتھر کے پہاڑوں سے جا مِلتا ہے۔ کوہِ ہندوکُش میں تریچ میر (چترال) کی چوٹی 7690 میٹر بلند ہے۔ کھیرتھر پہاڑیوں کے سلسلے کراچی کے ساحلی عِلاقوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اِن پہاڑوں میں کئی درّے ہیں جن میں سب سے مشہور درّہ خیبر ہے۔ یہ درّہ پاکستان کو افغانستان سے مِلاتا ہے۔ دوسرے مشہور درّے کُرم، ٹوچی، گومل اور بولان ہیں۔

2۔ سطح مُرتفع زمین کی وہ اُونچی اور تقریباً ہموار سطح جس کے کم از کم ایک طرف عمودی ڈھلان ہو، سطح مُرتفع کہلاتی ہے۔ پاکستان میں دو سطح مُرتفع ملتی ہیں:

(ا)۔ پوٹھوہار کی سطح مُرتفع۔ (ب)۔ بلوچستان کی سطح مُرتفع۔

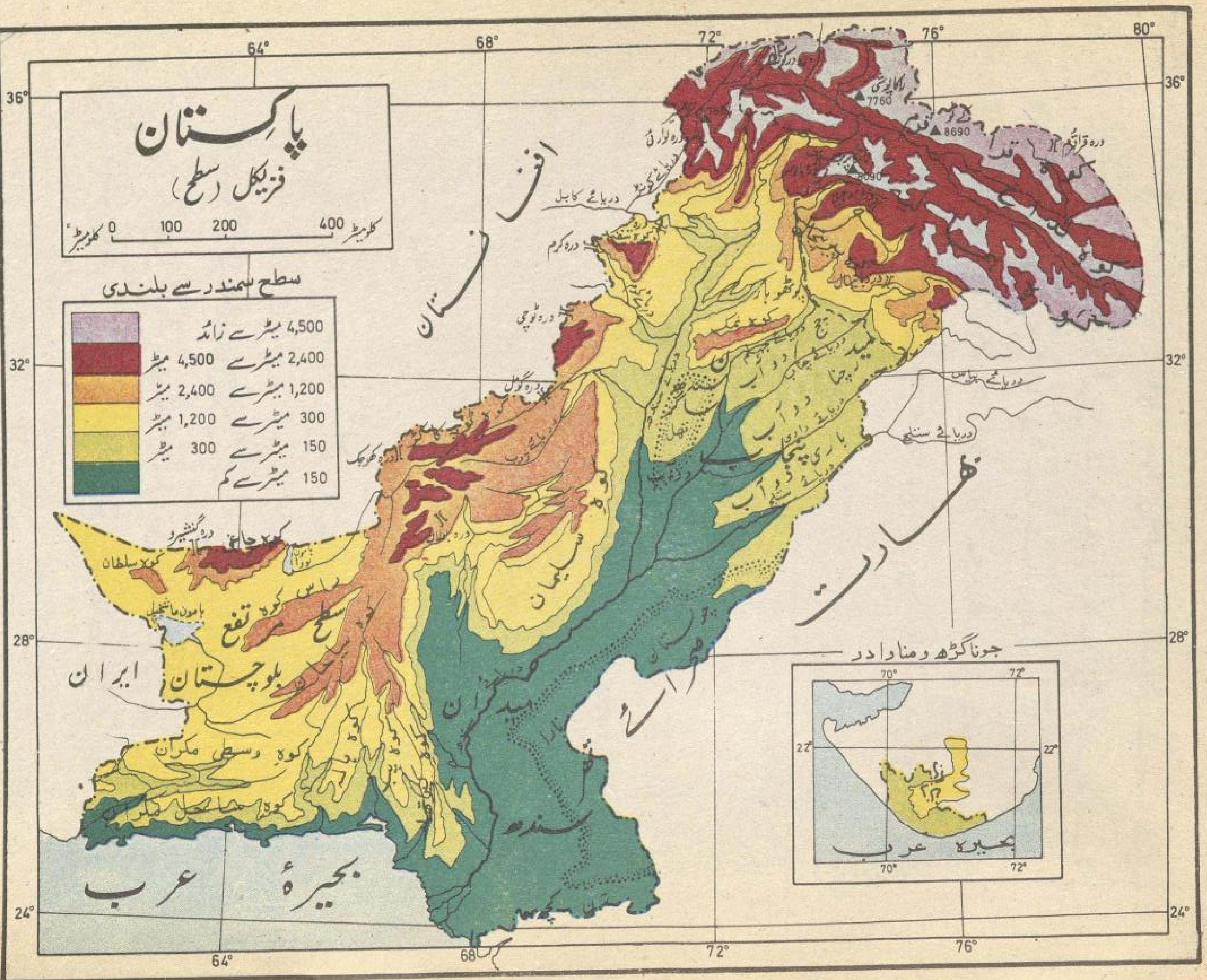
ا)۔ پوٹھوہار کی سطح مُرتفع | پوٹھوہار کی سطح مُرتفع شمال مغرب میں دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے درمیان واقع ہے۔ سطح سمندر سے اس کی اُونچائی 305 اور 609 میٹر کے درمیان ہے۔ یہ خشک علاقہ ہے۔ کھیوڑہ میں نمک کی مشہور کان اِسی سطح مُرتفع کے جنوب میں واقع ہے۔

(ب)۔ بلوچستان کی سطح مُرتفع | اس سطح مُرتفع کا علاقہ مغرب میں ایران سے اور شمال میں افغانستان سے جا ملتا ہے۔ سطح سمندر سے اِس کی اُونچائی 609 میٹر ہے۔ یہاں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ زمین پتھریلی ہے اور سارا علاقہ خشک ہے۔ کہیں کہیں زمین دوز نہریں بنائی گئی ہیں جنھیں کاریز کہتے ہیں۔ اِن سے کھیتوں کو سیراب کیا جاتا ہے۔ یہاں مُوسمِ سرما میں تھوڑی بہت بارش ہوجاتی ہے۔

3۔ دریائی میدانی علاقہ | یہ پاکستان کا سب سے زرخیز علاقہ ہے۔ اِس علاقے میں دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا ستلج، راوی، چناب اور جہلم بہتے ہیں۔ اِس عِلاقے کے دو حصّے کیے جاسکتے ہیں۔ ایک بالائی دریائی حصّہ جہاں دریائے ستلج، راوی، چناب اور جہلم بہتے ہیں۔ ان دریاؤں میں سال بھر پانی بہتا رہتا ہے۔ ان پر مناسب مقامات پر بند باندھ کر نہریں نکالی گئی ہیں۔ دو دریاؤں کے درمیانی علاقے کو دوآبہ کہتے ہیں۔

میدانی علاقے کا دوسرا حصّہ دریائے سندھ کی نچلی وادی ہے۔ یہ میدان زرخیز مٹی سے بنا ہوا ہے۔ پنجاب کے سارے دریا یہاں مِٹھن کوٹ کے مقام پر دریائے سندھ میں آملتے ہیں۔ اِس مقام سے شروع ہوکر یہ علاقہ بحیرۂ عرب تک چلا گیا ہے۔ یہاں بڑی بڑی نہریں نکالی گئی ہیں اور آبپاشی کا بہترین انتظام ہے۔ خیرپور اور حیدرآباد ڈویژنوں کے علاقے پہلے بنجر ریگستان تھے مگر اب نہروں کی وجہ سے یہ آباد اور سرسبز ہوگئے ہیں۔

4۔ ساحلی میدانی علاقہ | ساحلی میدانی علاقہ کراچی کے قریب سے شروع ہوکر مغرب کی طرف بلوچستان کے ساحلی علاقے تک چلا گیا ہے۔ اِس کی لمبائی تقریباً 805 کلومیٹر ہے۔ کراچی



پاکستان
فزیکل (سطح)
0 100 200 400 کلومیٹر
سطح سمندر سے بلندی
4,500 میٹر سے زائد
2,400 میٹر سے 4,500 میٹر
1,200 میٹر سے 2,400 میٹر
300 میٹر سے 1,200 میٹر
150 میٹر سے 300 میٹر
150 میٹر سے کم
افغانستان
ایران
بلوچستان
سطح مرتفع
بحیرۂ عرب
سندھ
ہندوستان
جوناگڑھ و مناوادر
بحیرۂ عرب
دریائے کابل
درہ کرم
درہ ٹوچی
درہ گومل
دریائے ستلج
دریائے بیاس
کوہ سلطان
کوہ وسطی مکران
7750
8690
8090
64°
68°
72°
76°
80°
36°
32°
28°
24°
70°
22°



دریائے سندھ کے ڈیلٹائی علاقے کے بالکل مغرب میں واقع ہے۔ چونکہ کراچی کا ساحلی علاقہ کھٹا پھٹا ہے، اس لیے کراچی ایک قدرتی بندرگاہ ہے۔ یہاں قریب ہی بِن قاسم نام کی ایک اور بڑی بندرگاہ بھی بنائی گئی ہے۔ باقی سارے علاقے میں کوئی کھاڑی یا خلیج نہیں، اس لیے کوئی اور بڑی بندرگاہ بھی نہیں ہے۔ البتہ چند چھوٹی چھوٹی بندرگاہیں ہیں جن کے نام اُرمارا، پسنی، گوادر اور جیوانی ہیں۔ گوادر میں اب ایک بڑی اور جدید بندرگاہ بنانے پر کام شروع ہوچکا ہے۔

سوالات

1 - سطح کے لحاظ سے پاکستان کے کتنے حصّے ہیں؟
2 - پاکستان کے میدانی علاقوں میں کون کون سے دریا بہتے ہیں؟
3 - صوبہ پنجاب میں بہنے والے دریا کس مقام پر دریائے سندھ میں آملتے ہیں؟
4 - پاکستان کے ساحلی علاقوں کی دو بڑی بندرگاہوں کے نام بتائیں۔

عملی کام

1 - پاکستان کے نقشے کے خاکے میں مختلف سطح مُرتفع والے علاقے بنائیں۔
2 - پاکستان کے نقشے کے خاکے میں دریائے سندھ کی گزرگاہ بنائیں۔
3 - پاکستان کے نقشے کے خاکے میں ساحلی علاقے میں واقع بندرگاہوں کے نام لکھیں۔

چوتھا باب

آب و ہوا

ایک خاص روز کسی جگہ کی گرمی، سردی یا ہوا کے دباؤ کی حالت کو اس جگہ کا موسم کہا جاتا ہے جبکہ کسی جگہ، علاقہ یا سارے ملک میں سال بھر کی گرمی، سردی، بارش اور ہوا کے دباؤ کی اوسط حالت کو آب و ہوا کہا جاتا ہے۔ آب و ہوا کی ایک خاص حالت ہر سال چند مخصوص مہینوں میں ایک جیسی رہتی ہے۔

گرمی یا سردی کی شدّت کا اندازہ کسی مقام کے درجۂ حرارت سے کیا جاتا ہے۔ درجہ حرارت معلوم کرنے والے آلے کو تھرمامیٹر کہا جاتا ہے۔ بارش کی پیمائش ہائیڈرو میٹر (مقیاس المطر) سے، اور ہوا کا دباؤ بیرومیٹر سے معلوم کیا جاتا ہے۔

آب وہوا کا انحصار مختلف ملکوں یا ایک بڑے ملک کے مختلف حصّوں کی آب و ہوا میں فرق اس لیے ہوتا ہے کہ آب و ہوا پر مختلف قدرتی حالات اثر ڈالتے ہیں۔ خطِ استوا کے قریب واقع علاقوں میں گرمی بہت ہوتی ہے۔ سطح سمندر سے اُونچے عِلاقوں میں گرمی کم ہوتی ہے۔ جتنی کسی جگہ کی اُونچائی زیادہ ہوتی ہے، اُتنی ہی وہاں گرمی کم اور ٹھنڈک زیادہ ہوتی ہے۔ ساحل کے قریبی عِلاقوں میں آب وہوا مُعتدِل ہوتی ہے۔ ملک کے اندر کے عِلاقوں میں گرمی یا سردی کی جو شِدّت پائی جاتی ہے، وہ ساحلی عِلاقوں میں نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مقام سرد علاقوں سے آنے والی ہوا کی زَد میں ہو تو وہاں سردی ہوتی ہے۔ کسی عِلاقے میں بارش کی کمی یا زیادتی کی وجہ سے بھی وہاں کی آب و ہوا پر اثر پڑتا ہے۔ یہی قدرتی حالات مختلف علاقوں کی آب و ہوا میں فرق پیدا کرتے ہیں۔

پاکستان کی آب وہوا پاکستان کے مختلف علاقوں کی آب و ہوا میں بھی فرق ہے۔ چونکہ

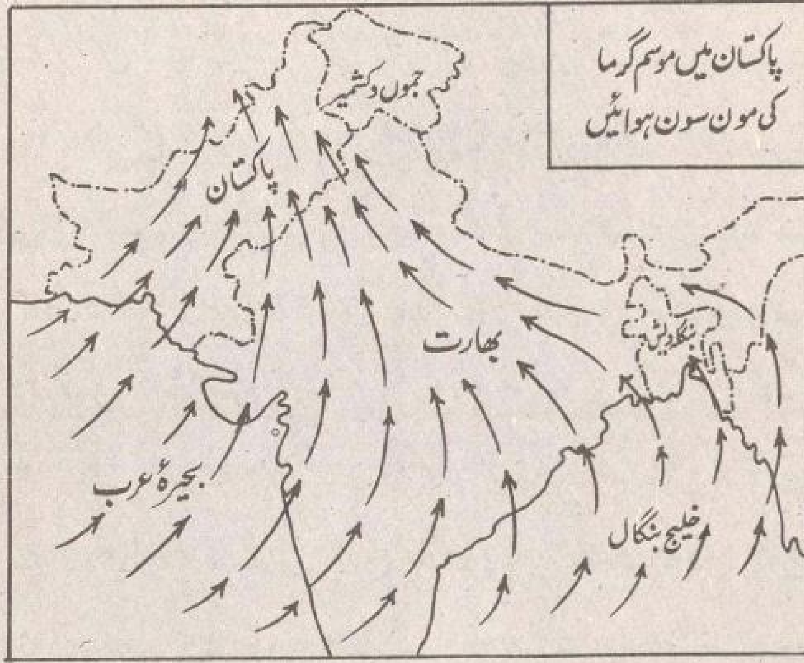
پاکستان جنوب میں اپنے ساحلی علاقے سے لے کر سینکڑوں کلومیٹر دور شمال کے پہاڑی علاقوں تک پھیلا ہُوا ہے، اس لیے مختلف جغرافیائی اور قدرتی اثرات کی وجہ سے اِس کے مختلف علاقوں میں آب و ہُوا بھی مختلف ہے۔ پاکستان کا ساحلی علاقہ مغرب میں جیوانی بندرگاہ سے لے کر مشرق میں کچھ تک پھیلا ہوا ہے۔ سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے اِس علاقے میں نہ زیادہ گرمی پڑتی ہے نہ زیادہ سردی۔ دن کے وقت سورج کی گرمی کی وجہ سے جب زمین گرم ہوجاتی ہے تو سمندر کی ٹھنڈی ہوائیں اس گرمی کو کم کردیتی ہے۔ رات کو زمین جب ٹھنڈی ہونے لگتی ہے تو خشکی سے چلنے والی گرم ہوائیں اس کو معتدل کر دیتی ہے، جیسا کہ کراچی کی آب و ہَوا ہے۔ شمال اور شمال مغربی علاقوں میں سخت سردی پڑتی ہے۔ سردیوں میں برف باری بھی ہوتی ہے۔ کئی مقامات پر برف کی وجہ سے راستے بند ہوجاتے ہیں۔ البتہ جہاں وادیاں ہیں وہاں کافی گرمی پڑتی ہے۔ مری، نتھیا گلی، ایبٹ آباد، کاغان، بالائی سوات، بالائی دیر، چترال، کوئٹہ اور زیارت سرد علاقے ہیں۔ یہاں گرمی میں بھی مَوسم خوشگوار رہتا ہے جبکہ سردیوں میں یہاں برف باری ہوتی ہے اور سخت سردی پڑتی ہے۔ درجہ حرارت کبھی کبھی نُقطۂ انجماد سے بھی نیچے گر جاتا ہے۔

پاکستان میں صُوبہ سرحد کے جنُوبی اِضلاع، پنجاب کے وسطی اور جنُوبی میدانوں، سندھ کے بالائی علاقے اور صُوبہ بلوچستان کے مشرقی حِصّوں میں مُوسم گرما میں سخت گرمی پڑتی ہے اور کبھی کبھی گرم لُو بھی چلتی ہے۔ سب سے زیادہ گرمی سِبّی (بلوچستان) اور جیکب آباد (سندھ) میں پڑتی ہے جہاں درجہ حرارت 50 درجے سنٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے۔

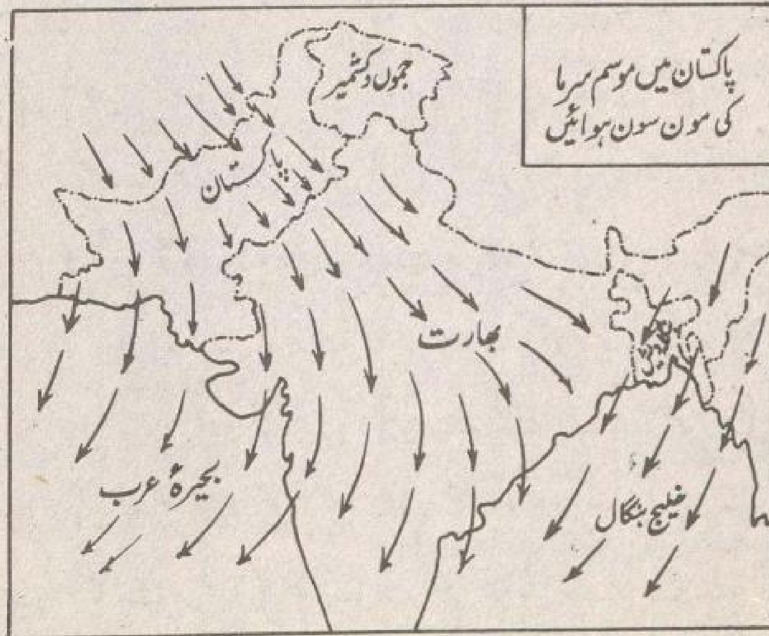
کارخانوں، فیکٹریوں اور گاڑیوں وغیرہ سے نکلنے والے دھویں کی وجہ سے پاکستان کے بڑے بڑے شہروں کی فضا آلودہ ہو رہی ہے۔ آلودہ اور گندی ہوا میں سانس لینا صحت کے لیے بہت خطرناک ہوتا ہے۔ ہوا کو صاف اور خُوشگوار بنانے کے لیے ہمیں دریاؤں، نہروں، سڑکوں، ریلوے لائنوں اور دیگر موزوں مقامات پر درخت لگانے چاہییں۔

مون سون ہوائیں

پانی کے مقابلے میں زمین جلد گرم اور جلد ٹھنڈی ہوجاتی ہے۔



مَوسمِ گرما میں جب برِ صغیر کا عِلاقہ گرم ہو جاتا ہے تو وہاں پر ہَوا کا دباؤ کم ہوجاتا ہے، یعنی ہَوا گرم ہوکر ہلکی ہوجاتی ہے اور اُوپر کو اُٹھتی ہے۔ اِس کے برعکس خلیجِ بنگال اور بحرِ ہند کا پانی



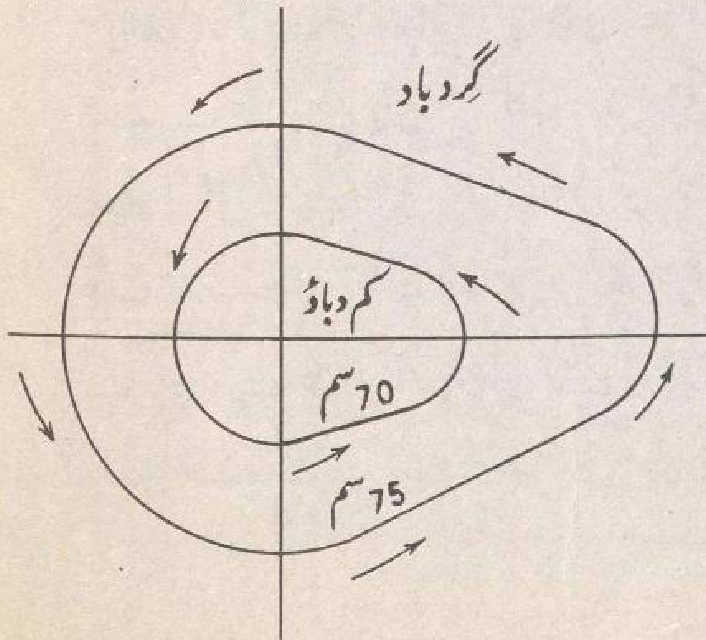
ابھی نسبتاً ٹھنڈا ہوتا ہے یعنی وہاں ہَوا کا دباؤ زیادہ ہوتا ہے ۔ ہوائیں زیادہ دباؤ سے کم دباؤ والے علاقے کی طرف چلتی ہیں ۔ لہٰذا خلیجِ بنگال سے ہوائیں بنگلہ دیش کی طرف چلنا شروع کر دیتی ہیں ۔ یہ مَوسمِ گرما کی مون سون ہوائیں کہلاتی ہیں ۔ اِسی طرح سردیوں میں برِصغیر سے بحرِہند کی طرف ہوائیں چلتی ہیں ۔ چونکہ خشکی زیادہ دباؤ والا علاقہ ہوتا ہے اور سمندر کم دباؤ والا علاقہ ، اس لیے یہ موسمِ سرما کی مون سون ہوائیں کہلاتی ہیں ۔

موسم گرما کی مون سون ہوائیں چونکہ سمندر سے آتی ہیں ، اس لیے اِن میں بہت زیادہ نمی ہوتی ہے ۔ نمی سے بھری یہ ہوائیں جب کوہِ ہمالیہ سے ٹکراتی ہیں تو وہاں خُوب بارش برساتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ بنگلہ دیش اور آسام (بھارت) میں بہت زیادہ بارش ہوتی ہے ۔ جُوں جُوں یہ ہوائیں کوہ ہمالیہ کے ساتھ ساتھ شمال مغرب کا رُخ کرتی ہیں تو اِن کی نمی کم پڑتی جاتی ہے اور بارش کی مقدار میں بھی کمی واقع ہوتی رہتی ہے ۔ مون سون کی یہ ہوائیں جب پاکستان کے شمال مغربی صُوبہ سرحد اور بلوچستان پہنچتی ہیں تو اِن میں نمی کی مقدار بہت کم ہوتی ہے ۔ لہٰذا اِن علاقوں میں بارش بھی بہت کم مقدار میں ہوتی ہے ۔ پاکستان میں سب سے زیادہ سالانہ اوسط بارش سیالکوٹ اور راولپنڈی کے عِلاقوں میں ہوتی ہے ۔

آب و ہَوا کا لوگوں پر اثر کسی ملک کی طبعی حالت اور آب و ہوا کا وہاں کے لوگوں پر گہرا اثر پڑتا ہے ۔ اگر موسم شدّید نہ ہوں تو لوگ خُوب محنت سے کام کرتے ہیں اور ملک کی ترقی میں مددگار ثابت ہوتے ہیں ۔ پاکستان کے شمال اور شمال مغربی پہاڑی علاقوں کی آب و ہَوا شدّید ہے ، یعنی سردیوں میں سخت سردی پڑتی ہے اور گرمیوں میں سخت گرمی ، اس لیے یہاں پیداوار بھی کم ہے ۔ لیکن اِن عِلاقوں کی آب و ہَوا چونکہ صحت کے لیے اچھّی ہے ، اس لیے لوگ تندرست اور صحت مند ہیں ۔ انھیں اپنی روزی پیدا کرنے کے لیے سخت محنت کرنی پڑتی ہے ۔ دوسرے علاقوں میں جہاں زمین زرخیز اور پیداوار کثرت سے ہوتی ہے ، وہاں لوگوں کو روزی کمانے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی ، اس لیے وہ سخت اور دُشوار زندگی کے عادی

نہیں ہوتے ۔ ساحلی علاقوں کی مُعتدل آب و ہَوا میں لوگ فیکٹریوں ، کارخانوں اور دفتروں میں زیادہ دیر تک بغیر کسی تکلیف کے کام کرسکتے ہیں مگر وہ ایسے مضبُوط اور جَفاکش نہیں ہوتے جیسے پہاڑی علاقوں کے لوگ ہوتے ہیں۔

آب و ہوا موافق ہونے کی وجہ سے ساحلی علاقوں میں فیکٹریاں اور کارخانے بھی زیادہ ہوتے ہیں اور روزگار کی سُہولتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں ، اس لیے شدید آب و ہوا کے علاقوں سے بعض لوگ نقل مکانی کرکے مُعتدل آب و ہوا کے علاقوں میں آجاتے ہیں ، جس کی وجہ سے مُعتدل عِلاقوں کی آبادی بڑھ جاتی ہے ۔ اِس کے عِلاوہ آب و ہَوا کا لوگوں کے لباس اور رہن سہن کے طریقوں پر بھی اثر پڑتا ہے ۔ سرد علاقوں میں گرم اُونی کپڑے پہنے جاتے ہیں جبکہ گرم علاقوں میں ہلکے سوتی کپڑے اور ڈھیلا لباس ۔گرم علاقوں میں مکانات ہَوادار ہوتے ہیں اور اُن میں صحن ہوتے ہیں ، مگر سرد علاقوں کے مکانات میں سردی اور برف سے بچنے کے انتظامات کیے جاتے ہیں۔ خوراک میں بھی آب و ہَوا کے مطابق فرق ہوتا ہے ۔ سرد علاقوں میں دُودھ اور چائے ، گرم علاقوں میں لسّی ، فالودہ و شربت ، اور معتدل علاقوں میں چائے اور قہوہ پینے کا رواج ہے ۔ اسی طرح آب و ہَوا کا اثر لوگوں کی تندرُستی ، لباس ، عادات اور رہن سہن کے طریقوں پر بھی پڑتا ہے ۔



گرْد باد ہوا کے تیز چکرّ یا بھنْور کو گرد باد کہتے ہیں ۔ اس میں ہوا نہایت تیزی سے دائیں سے بائیں کو چکر کاٹنے لگتی ہے ، یعنی گھڑی کی سوئیوں کے برعکس تیزی

سے گھومنے لگتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہوا کا زیادہ دباؤ گِرد باد کے چکّر کے باہر کے حصّے میں ہوتا ہے اور اندر کے حصّے میں دباؤ کم ہوتا ہے۔ ہوا اِسی طرح چکّر کھاتی ہوئی بیچ میں جاتی ہے اور وہاں سے اُوپر کی طرف چلی جاتی ہے اور بارش برسانے کا باعث بنتی ہے۔

گِرد باد ایک جگہ سے اُٹھ کر دُور دُور تک چلے جاتے ہیں۔ پاکستان میں جو گِرد باد آتے ہیں وہ خلیجِ فارس اور بحیرۂ روم سے اُٹھتے ہیں۔ دسمبر، جنوری میں گِرد باد کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ بلوچستان، مغربی پہاڑوں اور میدانی علاقوں میں سردیوں میں بارش گِرد باد کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گرد و غُبار کے طوفان خشک مُوسم میں میدانی علاقوں میں تیز آندھی چلتی ہے تو اپنے ساتھ بڑی مقدار میں ریت اور مٹی کے ذرّات ہَوا میں اُڑا لیتی ہے، جس کی وجہ سے بعض دفعہ اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اِن کو گرد و غُبار کے طُوفان کہتے ہیں۔ ان کی رفتار 60 کلومیٹر فی گھنٹہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ طُوفان زیادہ تر دوپہر کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ گرمیوں میں دوپہر کے وقت زمین سخت گرم ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے وہاں کی ہَوا بھی گرم ہوجاتی ہے۔ گرم ہَوا چونکہ ہلکی ہوتی ہے لہٰذا یہ اُوپر کو اُٹھتی ہے۔ اِس طرح اِس جگہ پر ہَوا کا دباؤ کم ہوجاتا ہے۔ ہَوائیں زیادہ دباؤ والے علاقے سے کم دباؤ والے علاقے کی طرف چلتی ہیں جس کے نتیجے میں یہ طُوفان پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

اِس تیز اور تُند ہوا کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی اُولے بھی گِرنے لگتے ہیں اور بارش بھی ہوجاتی ہے، جس سے درجۂ حرارت کافی حد تک گِر جاتا ہے۔ سندھ اور پنجاب کے بعض علاقوں میں اکثر اِسی قِسم کی آندھی اور مٹی کے طُوفان آتے ہیں۔ مگر جہاں ریت کے میدان ہیں جیسے سندھ میں تھر کا علاقہ، وہاں تیز ہواؤں کے ساتھ ریت کے تودے بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے جاتے ہیں۔ ریت کے علاقے میں اُولے نہیں گِرتے اور بارش بھی بہت کم ہوتی ہے۔

سوالات

1۔ آب و ہوا سے کیا مراد ہے؟

2۔ آب و ہوا کا لوگوں پر کیا اثر ہوتا ہے؟

3۔ مون سون ہوائیں کیا ہوتی ہیں؟ موسم گرما کی مون سون ہواؤں کی وجہ سے سب سے زیادہ بارش کہاں ہوتی ہے؟

4۔ صوبہ سرحد کے جنوبی علاقوں اور بلوچستان میں کم بارش ہونے کی وجہ کیا ہے؟

5۔ گرد باد کیسے پیدا ہوتے ہیں؟

6۔ گرد و غبار کے طوفان کیسے پیدا ہوتے ہیں؟

عملی کام

1۔ جنوبی ایشیا کے نقشے میں مون سون ہواؤں کا راستہ بتائیں۔

2۔ پاکستان کے نقشے میں ان حصوں میں رنگ بھریے، جہاں بارش زیادہ ہوتی ہے۔

3۔ اپنے استاد / استانی سے آج کا کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت معلوم کریں۔

پانچواں باب

آب پاشی

کھیتوں، فصلوں، باغوں وغیرہ کو ضرورت کے وقت پانی دینے کے عمل کو آب پاشی کہتے ہیں۔ آب پاشی کے لیے پانی کا سب سے بڑا ذریعہ بارش ہے۔ وقت پر بارش نہ ہو یا ضرورت سے کم ہو تو پھر آب پاشی کے لیے دوسرے ذریعے استعمال کرنے ہوتے ہیں۔

بارش کے علاوہ پاکستان میں زیادہ تر آب پاشی نہروں سے کی جاتی ہے۔ ہمارا نہری نظام دُنیا میں سب سے بہترین اور بڑا ہے۔ نہروں کی علاوہ کنوئیں (رہٹ اور ٹیوب ویل)، تالاب، چھوٹے بڑے بند (ڈیم)، اور کاریز وغیرہ بھی آب پاشی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ہماری بنیادی غذائی اور تن پوشی کی ضروریات زراعت سے پوری ہوتی ہیں۔ چونکہ زراعت کے لیے پانی بہت ضروری ہے، اس لیے ہمیں اِن ذرائع کی حفاظت اور پانی کے صحیح استعمال کی طرف خاص توجہ دینی چاہیے۔ کسی بھی صورت میں پانی ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔

نہریں دریاؤں پر مناسب مقامات پر بند باندھ کر نہریں نکالی جاتی ہیں۔ نہروں سے نالوں وغیرہ کے ذریعہ دُور دُور تک پانی پہنچایا جاتا ہے۔ پاکستان میں آبپاشی کا سب سے بڑا اور بہترین ذریعہ نہریں ہیں۔ نہریں دو قسم کی ہوتی ہیں: دوامی اور سیلابی۔ دوامی نہروں میں ہر وقت پانی رہتا ہے، جبکہ سیلابی نہروں میں دریاؤں میں طُغیانی کے وقت پانی آتا ہے۔ دریاؤں میں طُغیانی اُس وقت آتی ہے جب تیز موسلادھار بارشوں کی وجہ سے اِن میں سیلابی پانی شامل ہوتا ہے۔

ہمارے ملک کی بڑی بڑی دوامی نہریں مندرجہ ذیل ہیں:

صوبہ سرحد میں (ا) دریائے سوات سے نکالی گئی بالائی اور زیریں سوات کی نہریں۔ اِن سے اضلاع مردان، صوابی اور چارسدہ کے وسیع عِلاقے سیراب ہوتے ہیں۔ (ب) دریائے کابل کی

نہروں سے مہمند، خیبر ایجنسیوں اور اضلاع چارسدہ، پشاور اور نوشہرہ کی زمینوں کی آبپاشی ہوتی ہے۔ (ج) دریائے سندھ سے ضلع صوابی میں پیہور نہر اور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں چشمہ رائٹ بینک کنال اور نہر پہاڑپور نکالی گئی ہیں۔ ان نہروں سے اِن علاقوں کے وسیع رقبے کی آبپاشی کی جاتی ہے۔

صُوبہ پنجاب میں (ا) دریائے سندھ پر کالا باغ کے قریب جناح بیراج کی نہریں علاقہ تھل کو سیراب کرتی ہیں۔ (ب) دریائے سندھ سے تونسہ کے مقام پر نکالی گئی نہروں سے راجن پور، ڈیرہ غازی خان اور مُظفر گڑھ کی زمینیں سیراب ہوتی ہیں۔

مندرجہ بالا کے علاوہ صُوبہ پنجاب میں نہر اپر جہلم، نہر لوئر جہلم، نہر اپر پنجاب، نہر لوئر پنجاب، نہر اپر باری دوآب، نہر لوئر باری دوآب اور دریائے ستلج سے اسلام اور پنجند کے مقام پر نکالی گئی نہریں مشہور ہیں۔

(ج) صُوبہ سندھ میں دریائے سندھ سے (ا) سکّھر کے مقام پر سات نہریں (ب) جام شورو کے مقام پر چار نہریں اور (ج) کشمور کے قریب تین نہریں نکالی گئی ہیں۔ ان تمام نہروں سے صُوبہ سندھ کا ایک وسیع رقبہ سیراب کیا جاتا ہے۔

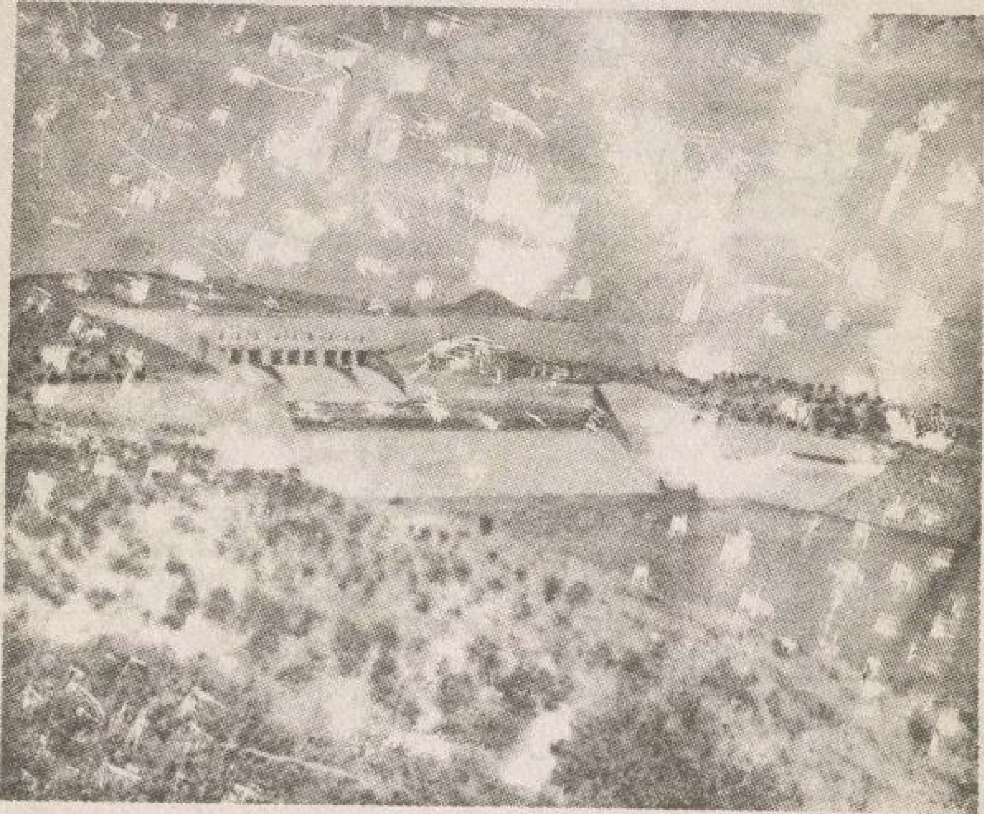
مندرجہ بالا بعض بڑی نہروں سے موزوں مُقامات پر چھوٹی نہریں نکالیں گئی ہیں جن کے ذریعہ پانی دوسری نہروں تک پہنچایا جاتا ہے۔ اِس قسم کی نہروں کو رابطہ نہریں کہا جاتا ہے۔

غیر دوامی نہروں میں چونکہ صرف برسات یا طغیانی کے دنوں میں پانی آتا ہے، اس لیے اِن میں سال بھر پانی نہیں ہوتا ہے۔ البتہ بعض غیر دوامی نہروں کا پانی تالابوں کی صورت میں ذخیرہ کیا جاتا ہے جن سے بہ وقتِ ضرورت آبپاشی کا کام لیا جاتا ہے۔

بیراج | میدانی علاقوں میں دریاؤں پر بڑے مضبوط بند باندھ کر پانی روکا جاتا ہے، جس سے پانی کی سطح بُلند ہوجاتی ہے۔ آس پاس کی زمینوں سے پانی کی سطح بُلند ہو تو نہریں نکالنا ممکن ہوجاتا ہے، اِس لیے دریا کے ایک یا دونوں کناروں سے نہریں نکالی جاتی ہیں۔ پاکستان میں

کئی مقامات پر اِس طریقہ سے پانی حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے بیراج بنائے گئے ہیں۔ یہ بیراج چشمہ، کالاباغ، تونسہ، گدو، سکھر اور کوٹری میں ہیں۔ اِن بیراجوں سے نکالی گئی نہروں کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ اِن کی بدولت ہمارے ملک کے بنجر اور غیر آباد علاقے سرسبز ہو گئے ہیں۔

ڈیم (بند) ڈیم (بند) زیادہ تر پہاڑی علاقوں میں بہنے والے دریاؤں پر بنائے جاتے ہیں۔ ڈیم کے ذریعہ دریا کے پانی کو پہاڑوں کے درمیان رُوکا جاتا ہے۔ اِس طرح پانی کی سطح چونکہ بلند ہو جاتی ہے، اِس لیے اسے بہت تیزی اور قوّت کے ساتھ نیچے بجلی گھروں میں گرایا جاتا ہے،



جہاں اِس کے ذریعہ بجلی بنانے کی مشینیں (جنریٹرز) چلتے ہیں اور بجلی پیدا ہوتی ہے۔ ڈیم کی وجہ سے پانی کی سطح بلند ہونے پر فالتو پانی کو اُونچی سطح والی زمینوں تک نہروں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔ اِس طرح بجلی پیدا کرنے کے علاوہ ڈیم (بند) کے پانی سے آبپاشی کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں تربیلا، وارسک اور منگلا مشہور ڈیم ہیں۔

پاکستان کے ذرائع آبپاشی

پیمانہ کلومیٹر



دریائے کابل
ورسک
پشاور
تربیلا
ایبٹ آباد
اسلام آباد
راولپنڈی
راول
منگلا
کالاباغ
دریائے سوان
رسول
چشمہ
مرالہ
مادھوپور
دریائے گومل
دریائے ژوب
کوئٹہ
ناری بولان
سبی
تونسہ
تریمو
دریائے راوی
لاہور
بی آر بی نہر
فیروزپور
سلیمانکی
نہر بہاول
گدو
نہر ڈیگاری
نہر دھوری
سکھر بیراج
نہر دادو
دریائے حب
حب
کوٹری
حیدر آباد
نہر کلری

علامات

سرحد بین الاقوامی	— · — · —
دریا	(thick line)
نہریں	(thin lines)
ہیڈورکس یا بیراج	▼
ڈیم مکمل	■
ڈیم زیر تعمیر	□

کنوئیں (رہٹ اور ٹیوب ویل) زمین کے اندر پانی کے ذخیرے کو آبپاشی اور آب نوشی کے لیے استعمال میں لانے کے لیے کنوئیں کھودے جاتے ہیں۔ جہاں پانی زمین کے اندر کافی گہرائی میں ہو، وہاں یہ کنوئیں بہت گہرے ہوتے ہیں۔ پانی قریب ہو تو کنوؤں کی گہرائی بھی کم ہوتی ہے۔

کنوؤں سے پانی دو طریقوں سے نکالا جاتا ہے : ایک تو اِن پر رہٹ لگا کر ایک بیل یا بھینسہ کے ذریعہ اسے گھمایا جاتا ہے۔ یہ طریقہ بہت پرانا اور تکلیف دِہ ہے۔ اس سے ضرورت کے مطابق پانی حاصل کرنے میں بہت وقت لگتا ہے۔ پانی حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ ٹیوب ویل لگانا ہے۔ ایسا کرنے کے لیے کنوئیں میں پانی کے اوپر پمپ لگایا جاتا ہے۔ پمپ بجلی یا تیل وغیرہ سے چلتا ہے اور ایک نل کے ذریعہ بہت سا پانی باہر نکالتا رہتا ہے۔ یہ طریقہ بہت آسان اور فائدہ مند ہے۔ صوبہ سرحد اور پنجاب کے کئی علاقوں میں اِس قسم کے کنوؤں کے ذریعہ آبپاشی کی جاتی ہے۔

کاریز بلوچستان کے کچھ علاقوں میں کاریز کے ذریعے آب پاشی ہوتی ہے۔ کاریز اس طرح بنتی ہے کہ پہاڑ کے دامن میں کنوئیں کھودنا شروع کرتے ہیں۔ اس قسم کے کنویں ہر نو یا دس میٹر کے فاصلے پر کھودے جاتے ہیں۔ نچلے علاقے کی طرف کنوؤں کا یہ سلسلہ وہاں تک جاری رہتا ہے جہاں پانی پہنچانا مقصود ہو۔ پھر ہر کنوئیں کو سُرنگ کے ذریعے دوسرے سے ملا دیتے ہیں تاکہ ایک کا پانی دوسرے میں پہنچ جائے۔ اس طرح یہ پانی بہنے لگتا ہے اور کھیتوں تک پہنچ جاتا ہے۔

غرض پاکستان کے ہر حصے میں کاشت کے لیے پانی پہنچانے کے انتظامات کیے گئے ہیں مگر زیادہ تر وہی علاقے سرسبز ہیں جہاں نہریں ہیں۔ اِس لیے یہ کہنا درست ہے کہ پاکستان کی آب پاشی کا سب سے اہم اور بڑا ذریعہ نہریں ہیں۔

سوالات

1۔ صوبہ سرحد میں کن کن دریاؤں سے کون کون سی نہریں نکالی گئی ہیں؟ کم از کم چار نہروں کے نام بتائیں۔
2۔ پاکستان کے تین بڑے بڑے بیراجوں کے نام بتائیں۔
3۔ پاکستان میں بڑے ڈیم کون کون سے ہیں؟ کم از کم تین ڈیموں کے نام بتائیں۔
4۔ ٹیوب ویل پر نوٹ لکھیں۔
5۔ کاریز کس طرح بنتی ہے؟

عملی کام

1۔ آپ کے علاقے میں کوئی نہر ہو تو اسے دیکھنے جائیے اور معلوم کیجیے کہ وہ کن کن دیہاتوں کو سیراب کرتی ہے۔
2۔ کسی ڈیم یا بیراج کو دیکھ کر اس کا ماڈل بنائیے۔
3۔ اپنے ملک کے اہم بندوں (ڈیم) کی جو تصویریں آپ کو مل سکیں، اُنھیں اپنے البم میں لگائیے۔
4۔ آب نوشی اور آب پاشی کے لیے رہٹ کے ذریعہ پانی حاصل کرنا مُفید ہے یا ٹیوب ویل کے ذریعے؟ آپس میں بحث کریں۔

چھٹا باب

قُدرتی وسائل

قائد اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ ہمارے ملک میں بہت سے قدرتی وسائل موجود ہیں۔ قُدرت نے ہمیں بہت کچھ دیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اِن سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھائیں۔ قائد اعظمؒ نے جن قدرتی وسائل کی طرف اشارہ کیا تھا ان میں پاکستان کے دریا، جنگلات، زرعی پیداوار، زرخیز زمین اور زمین کے نیچے چھپے ہوئے معدنیات کے خزانے شامل ہیں۔ کسی مملک کی ترقی کے لیے اس کے قدرتی وسائل بہت اہمیّت رکھتے ہیں۔ اگر آب و ہوا اچھی ہو اور لوگ محنتی اور ہنر مند ہوں تو قُدرتی وسائل سے پُورا فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔

قُدرت نے ہمیں بہت سی نعمتیں اور قُدرتی وسائل عطا کیے ہیں۔ دریا، جنگلات، زرخیز زمین، معدنیات اور جفاکش عوام ہمارے مملک کی ترقّی کے لیے بہت اہم ہیں۔ آئیے دیکھیں، ہم اپنے مملک کی ترقی کے لیے کن قدرتی وسائل سے فائدہ اُٹھاتے ہیں:

جنگلات ماہرین کی رائے کے مطابق ہر مملک کے تقریباً 25 فی صد رقبے پر جنگلات ہونا ضروری ہیں۔ پاکستان میں یہ رقبہ تقریباً 4 فی صد ہے۔ کسی زمانے میں پاکستان میں بہت جنگلات تھے لیکن اِن سے بہت زیادہ تعداد میں درخت کٹتے رہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگلات کا رقبہ کم ہوگیا۔ حکومت اِس کمی کو پُورا کرنے کے لیے نئے جنگلات لگوا رہی ہے۔

صوبہ سرحد میں شمالی علاقوں کے پہاڑوں پر مختلف قِسم کے درختوں کے گھنے جنگلات ہیں۔ یہ جنگلات اضلاع چترال، دیر، سوات، شانگلہ، بونیر. کوھستان، مانسہرہ، بٹ گرام اور ایبٹ آباد میں ہیں۔ ایبٹ آباد میں گلیات، مانسہرہ میں کاغان، اور دیر کوہستان کے جنگلات بہت اہم ہیں۔ اِن جنگلات میں دیودار، چیڑ، پلُدر وغیرہ کے درخت ہیں۔ اِن کے علاوہ اخروٹ

کے درخت بھی بکثرت ہیں۔ پنجاب کے ساہیوال کے ضلع میں چھانگا مانگا اور چیچہ وطنی کے جنگلات اہم ہیں۔ اِن میں کیکر، شیشم اور شہتُوت کے درخت پائے جاتے ہیں۔ علاقہ تھل میں وان بچران کا جنگل اہم ہے۔ سنّدھ کے نچلے حِصّے میں بھی جنگل ہیں جہاں شیشم اور ببول پیدا



ہوتی ہے۔ سنّدھ کے بعض علاقوں میں لاکھ حاصل کرنے کے لیے ببول کی پیداوار بڑھائی جا رہی ہے۔ بلوچستان کا علاقہ پتھریلا ہے اور وہاں بارش کم ہوتی ہے اس لیے وہاں جنگلات زیادہ نہیں۔ تاہم زیارت کے مقام پر جونیپر اور خُشک لکڑی کے کچھ جنگلات پائے جاتے ہیں۔ اِن کے علاوہ وہاں چلغوزہ اور بادام کے درخت بھی ہیں۔ میدانی علاقوں میں سڑکوں، ریلوے لائنوں، دریاؤں، نہروں اور کھیتوں کے کِناروں پر شیشم اور کیکر کے درخت بکثرت ہیں۔ جن علاقوں میں بارش نہیں ہوتی، وہاں جھاڑیاں اور گھاس پیدا ہوتی ہے۔ اِس قِسم کے علاقے مویشیوں کی چراگاہوں کے طور پر کام آتے ہیں۔ صوبہ سرحد، بلوچستان، سندھ اور پنجاب کے کچھ علاقوں میں اِس قسم کی چراگاہیں ہیں۔

جنگلات کے فوائد جنگلات سے ملک کو بڑے فائدے ہوتے ہیں۔ جنگلات کا شُمار اہم قدرتی وسائل میں ہوتا ہے۔ اِن سے ہمیں عمارتی لکڑی، جلانے کی لکڑی، ادویات کے لیے جڑی بوٹیاں اور اِس قِسم کے دیگر فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جنگلات کسی عِلاقے کی آب و ہوا پر بھی بڑے خوشگوار اثرات ڈالتے ہیں۔ اِن کی وجہ سے عملِ تبخیر کی رفتار تیز ہوجاتی ہے جس سے بارش کا اِمکان بڑھ جاتا ہے۔

جنگلات، ہوا میں موجود مُضرِ صحت کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرنے کے ساتھ ساتھ آکسیجن گیس بھی چھوڑتے ہیں۔ آکسیجن گیس تمام حیوانات اور انسانوں کے زندہ رہنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ جنگلات کی وجہ سے زمین کے کٹاؤ میں کافی حد تک کمی آجاتی ہے، کیونکہ اِن سے ٹکرا کر آندھی، تیز ہوا اور بارش کے قطروں کی شِدّت بہت کم ہو کر رہ جاتی ہے اور یوں زمین کی سطح اُن کے بُرے اثرات سے محفوظ رہ جاتی ہے۔ اِس کے علاوہ بارش یا سیلاب کے پانی کی صورت میں بھی درختوں کی جڑوں کی مضبوط گرفت کی وجہ سے سخت اور مُنجمد مٹی کٹاؤ سے بچی رہتی ہے۔ چونکہ درختوں کی وجہ سے سورج کی تیز روشنی زمین پر کم ہی پہنچتی ہے اِس لیے سطحِ زمین اِس کے گرم اثرات سے بھی بچی رہتی ہے۔

جنگلات کسی ملک کے قُدرتی حُسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ درخت، پودے اور پھول زمین کے زیور ہیں۔ پُر فضا علاقے اور دِلکش مقامات اکثر جنگلات میں ہوتے ہیں، اس لیے وہاں خُوبصورت قیام گاہیں (ریسٹ ہاؤس) بنے ہوتے ہیں جہاں سیّاح جاکر ٹھہرتے ہیں۔

گھنے درختوں کے علاوہ جنگلات میں رِقسم رِقسم کے جنگلی چرند و پرند بھی ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک کے جنگلات میں دنیا کے چند انوکھے اور ناپید جانور پائے جاتے ہیں مثلاً برفانی چیتے، بھیڑیئے جنگلی بکری (مار خور)، بندر، لنگور، خار پُشت، لومڑیاں، تیتر، تلیر، چکور، رِگدھ، شاہین، طوطے، مرغ زریں وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ محدود قدرتی وسائل کے مقابلے میں آبادی اور اس کی ضروریات تیزی سے بڑھ رہی ہیں اس لیے جنگلات سمیت ہمارے تمام قدرتی وسائل کے باکفایت استعمال اور ان کے تحفّظ کی ضرورت ہے۔ جنگلات میں موجود درختوں کی حفاظت اور نئے جنگلات لگانے کے لیے حکومت نے محکمہ جنگلات قائم کیا ہے۔ اس طرح جنگلی اور آبی حیات کی حفاظت اور افزائش کے لیے بھی حکومت نے نیشنل پارک اور حفاظتی علاقے بنانے کے علاوہ شکار کے لیے ممنوعہ علاقے اور موسم مخصوص کیے ہیں۔ ہمیں محکمہ جنگلات اور محکمہ جنگلی حیات (وائلڈ لائف) والوں کی ہدایات پر مکمل عمل کرنا چاہیے۔

ہفتۂ شجرکاری ہر سال برسات اور بہار کے موسم میں حکومت شجرکاری کے ہفتے مناتی ہے اور کئی ملین نئے پودے لگائے جاتے ہیں تاکہ کاٹے جانے والے درختوں کی وجہ سے جنگلات میں کمی نہ واقع ہو۔ محکمہ جنگلات زیادہ درخت اُگانے کے سلسلے میں لوگوں کی رہنمائی بھی کرتا ہے۔ پودے مُفت تقسیم کرتا ہے۔ کھاد اور جراثیم مارنے کی دواؤں کا استعمال بھی بتاتا ہے۔

درخت ملک کی دولت ہیں۔ اِنھیں نُقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ بِلاضرورت اِنھیں کاٹنا نہیں چاہیے، بلکہ جہاں گنجائش ہو وہاں پھل دار اور سایہ دار درخت لگانے چاہییں۔

سوالات

1 - قدرتی وسائل میں کون کون سی اشیا شامل ہیں؟
2 - پاکستان کے شمالی علاقوں میں کس قسم کے جنگلات پائے جاتے ہیں؟ درختوں کے نام لکھیں۔
3 - جنگلات کے فائدے بیان کریں۔

عملی کام

1 - شجرکاری کے دنوں میں نئے نئے پودے لگائیں اور ان کی مناسب حفاظت کا بندوبست کریں۔
2 - اپنے اپنے علاقے کے جنگلی جانوروں اور پرندوں کی تصاویر جمع کریں۔

ساتواں باب

زرعی پیداوار

پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ یہاں آبادی کا 70 فیصد حصہ دیہات میں رہتا ہے اور کاشت کاری کا کام کرتا ہے۔ ہمارے ملک کا مغربی علاقہ پتھریلا ہے لیکن مشرقی حصہ زیادہ تر میدانی علاقہ ہے۔ اِسی میدانی علاقے میں دریائے سندھ اور اس کے معاون دریا بہتے ہیں۔ دریاؤں کے درمیانی علاقوں میں نہروں کا جال بِچھا ہوا ہے۔ زمین زرخیز ہے اس لیے یہ علاقے زرعی پیداوار کے لیے مشہور ہیں۔

پاکستان میں زراعت زیادہ تر پُرانے طریقوں سے ہوتی ہے۔ مگر حکومت کی طرف سے راہنمائی، مالی تعاون اور قرضوں سے اب زراعت کے جدید طور طریقے اپنائے جارہے ہیں۔ مصنُوعی کھاد، بہتر قسم کے بیج، کیڑے مار ادویات، ٹریکٹرز اور دیگر زرعی مشینوں کا استعمال عام ہوتا جا رہا ہے۔ فالتو زرعی پیداوار کی حفاظت کے لیے گودام اور سرد خانے بنائے جارہے ہیں۔ کھیتوں اور باغوں تک پُختہ سڑکیں بِچھائی جارہی ہیں۔ اِن اقدامات سے زرعی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے۔

ربیع و خریف کی فصلیں | ہمارے ملک میں دو قسم کی فصلیں ہوتی ہیں: ایک خریف، دوسری ربیع۔ گرمی کے موسم میں جو فصلیں بوئی جاتی ہیں اور سردی کے موسم میں کاٹی جاتی ہیں، وہ خریف کی فصلیں کہلاتی ہیں۔ اِن فصلوں میں خاص طور پر چاول، باجرا، جوار، کپاس اور گنا شامل ہیں۔ جو فصلیں سردی کے موسم میں بوئی جاتی ہیں اور گرمی میں کاٹی جاتی ہیں، وہ ربیع کی فصلیں کہلاتی ہیں۔ اِن فصلوں میں گندم، جو، چنا، سرسوں وغیرہ شامل ہیں۔ دونوں فصلوں کی خاص پیداوار مندرجہ ذیل ہیں:

گندم | یہ پاکستان کی اہم اناج ہے اور یہاں کے لوگوں کی عام خوراک ہے۔ اکتوبر نومبر میں

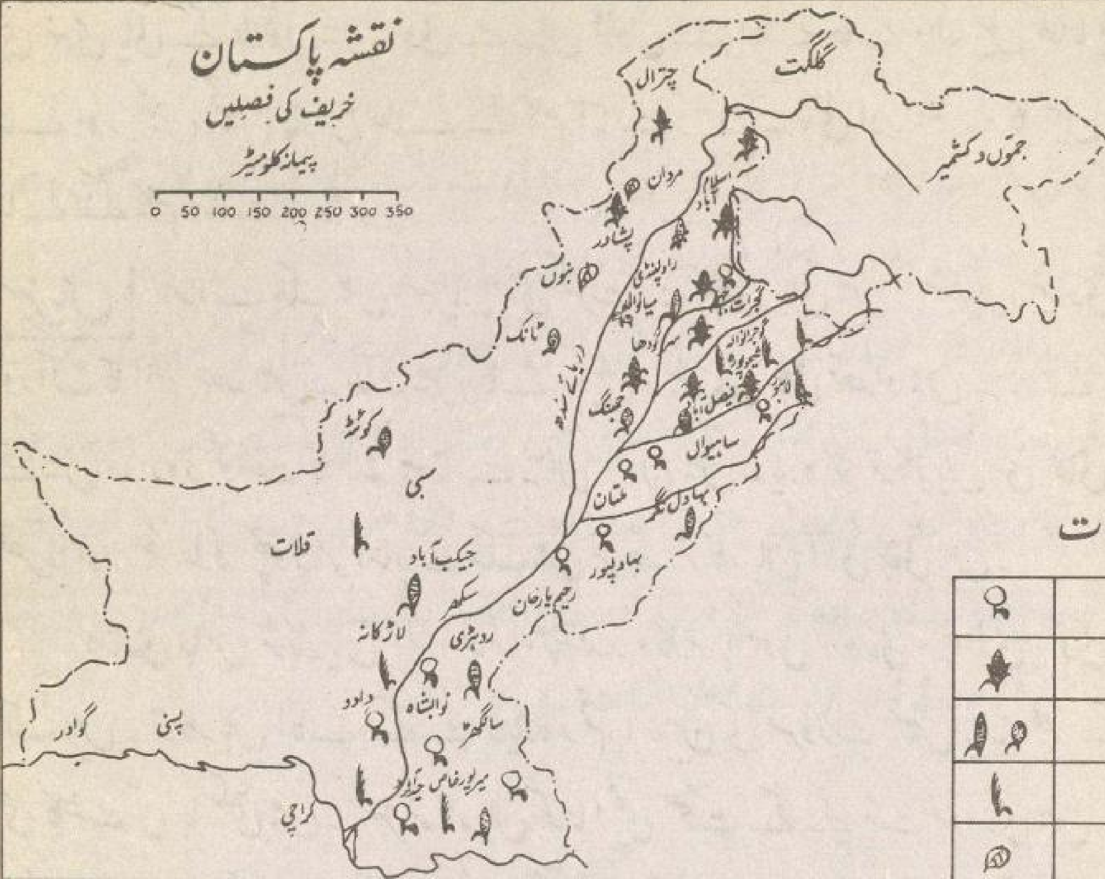
جب سردی شروع ہوتی ہے تو گندم بوئی جاتی ہے اور اپریل، مئی میں اس کی کٹائی کی جاتی ہے۔ زیادہ گندم صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ میں پیدا ہوتی ہے۔ صُوبہ سرحد میں اس کی مقدار کم ہے۔ مجمُوعی طور پر آج کل پاکستان میں ضرورت سے کچھ کم گندم پیدا ہوتی ہے ، اس لیے زیادہ گندم پیدا کرنے کے لیے جدید طریقے استعمال میں لائے جا رہے ہیں۔

چاول یہ گرم موسم میں پاکستان کے ایسے علاقوں میں پیدا ہوتا ہے جہاں نہری پانی خوب ملتا ہے۔ چاول صوبہ سندھ، پنجاب اور سرحد کے کئی علاقوں میں بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ پاکستان کا باسمتی چاول بڑا خوشبودار اور اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے اور ملک کی ضرُورت سے بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے ، اِس لیے حکومت زرمبادلہ حاصل کرنے کے لیے اِسے زمینداروں سے خرید کر دوسرے ملکوں کو برآمد کرتی ہے۔

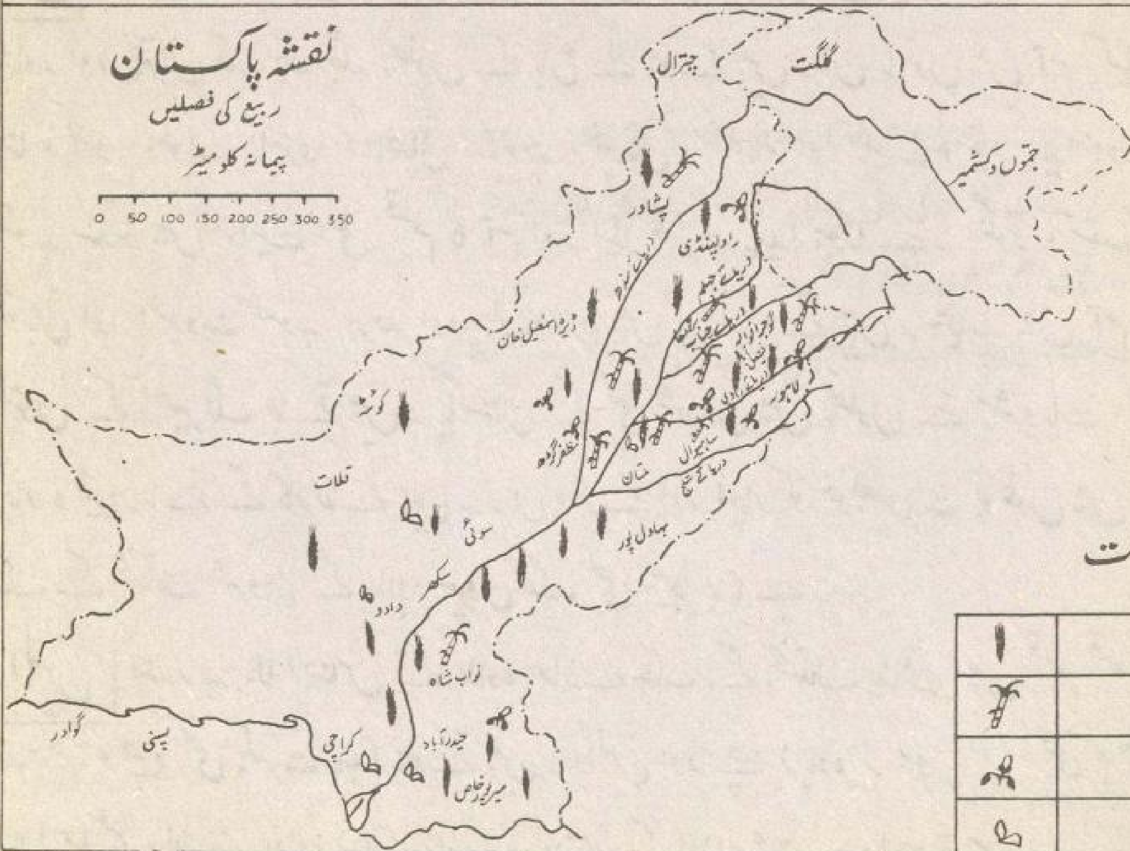
کپاس کپاس پاکستان کی نقد آور فصل کہلاتی ہے۔ نقد آور فصل ایسی فصل کو کہتے ہیں جو کھانے کے کام نہیں آتی بلکہ ہم اُسے فروخت کر کے رقم حاصل کرتے ہیں۔ کپاس کو چاندی کا ریشہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اسے باہر کے ملکوں میں فروخت کر کے زرِمُبادلہ کمایا جاتا ہے۔ صُوبہ پنجاب کے جنوُبی اور صوبہ سندھ کے شمالی اضلاع کپاس پیدا کرنے کے لیے بہت مشہور ہیں۔ ملک کے اندر کپڑے کے کارخانوں میں کافی مقدار میں استعمال ہوتی ہے ، باقی کپاس برآمد کردی جاتی ہے۔

گنا اس کی کاشت نہری پانی کے علاقوں میں ہوتی ہے مثلاً پشاور ، چارسدہ ، مردان ، ڈیرہ اسماعیل خان ، بنوں ، ملتان ، فیصل آباد ، بدین ، ٹھٹہ اور نواب شاہ وغیرہ۔ گنے سے شکر بنائی جاتی ہے ، اس لیے جن علاقوں میں گنا پیدا ہوتا ہے وہاں شکر بنانے کے کارخانے قائم کیے گئے ہیں۔ مردان میں شکر بنانے کا سب سے بڑا کارخانہ قائم ہے۔ آج کل ہمارے ملک میں شکر بنانے کے تقریباً 74 کارخانے ہیں۔

تیل نکالنے کے بیج سرسوں ، رائی اور تل تیل نکالنے کے خاص بیج ہیں۔ اِن کی کاشت



نقشہ پاکستان
خریف کی فصلیں
پیمانہ کلومیٹر
0 50 100 150 200 250 300 350
چترال
گلگت
جموں و کشمیر
مردان
پشاور
بنوں
ٹانک
کوئٹہ
سبی
قلات
جیکب آباد
سکھر
لاڑکانہ
دادو
نوابشاہ
سانگھڑ
کراچی
پسنی
گوادر
ملتان
ساہیوال
بہاولپور
رحیم یار خان
جھنگ
سرگودھا
راولپنڈی
لاہور
روہڑی
علامات
کپاس
مکئی
جوار ۔ باجرا
چاول
تمباکو



نقشہ پاکستان
ربیع کی فصلیں
پیمانہ کلومیٹر
0 50 100 150 200 250 300 350
چترال
گلگت
جموں و کشمیر
پشاور
راولپنڈی
کوئٹہ
قلات
سکھر
دادو
نوابشاہ
کراچی
پسنی
گوادر
ملتان
ساہیوال
علامات
گندم
گنا
تیل کے بیج
چنے

بھی نہری پانی کے علاقوں میں ہوتی ہے ۔ اِن بیجوں سے نکالے جانے والا تیل کھانا پکانے ، اچار بنانے اور کہیں کہیں چراغ جلانے کے کام آتا ہے ۔ مونگ پھلی اور بنولے کا تیل بناسپتی گھی بنانے کے کام آتا ہے ۔

سبزیاں ہمارے ملک میں سبزیاں بھی کثرت سے اُگائی جاتی ہیں ۔ سبزیاں ہماری روزمرّہ کی خوراک کا اہم حصہ ہیں ۔ ملک میں گائے ، بیل ، بکریاں کافی تعداد میں نہ ہونے کی وجہ سے ہفتے میں دو روز گوشت کا ناغہ ہوتا ہے ۔ ان دنوں میں زیادہ تر ترکاریاں ہی کھائی جاتی ہیں ۔ پتھریلا اور بنجر علاقہ چھوڑ کر ہمارے ملک میں ہر جگہ ترکاریاں اُگائی جاتی ہیں ۔

ہماری خاص ترکاریاں آلو ، ٹماٹر ، چقندر ، گاجر ، مولی ، توری ، بھنڈی ، لوکی ، گوبھی اور پالک ہیں ۔ ترکاریاں اگانے کے لیے زیادہ رقم یا زمین کی ضرورت نہیں ۔ یہ گھر کے صحن میں بھی کاشت کی جاسکتی ہیں ۔ سبز ترکاریاں کھانا اچھی صحّت کے لیے بہُت ضرُوری ہیں ۔

پھَل ہمارے ملک میں مختلف قسم کے پھَل کافی مقدار میں پیدا ہوتے ہیں ۔ کراچی سے پشاور اور چترال تک جگہ جگہ پھلوں کے باغ لگے ہوئے ہیں ۔ اِن باغوں میں آم ، کیلا ، تربوز ، مالٹا ، کینو ، املوک ، امرُود ، ناشپاتی ، آلوچہ ، خرمانی ، شفتالو اور سیب وغیرہ پیدا ہوتے ہیں ۔ صُوبہ سندھ میں نہایت اعلیٰ قسم کا آم اور کیلا بکثرت پیدا ہوتا ہے ۔ انگور ، سیب ، بادام ، خُوبانی اور اَخروٹ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں پیدا ہوتے ہیں ۔ پنجاب میں آم ، کینو اور مالٹوں کے ڈھیر لگ جاتے ہیں ۔ پاکستان کے کئی شہروں میں پھلوں سے مشرُوبات ، مُربّے اور اَچار وغیرہ بنانے کے کارخانے ہیں ۔ رس ، مُربّے اور اَچار کو خوبصورت بوتلوں میں بند کر کے ملک کے مختلف شہروں کے علاوہ بیرون ملک بھی بھیجا جاتا ہے ۔

دالیں مندرجہ بالا اجناس کے علاوہ ہمارے ملک کے مختلف عِلاقوں میں قِسم قسم کی دالیں اور چنے وغیرہ بھی بکثرت پیدا ہوتے ہیں ۔ دالیں اور چنے زیادہ تر بنوں ، لکّی مروت ، ڈیرہ اسماعیل خان ، میانوالی ، اٹک اور راولپنڈی کے اضلاع میں پیدا ہوتے ہیں ۔

تمباکو | تمباکو کی کاشت زیادہ تر مردان ڈویژن میں ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک نقد آور فصل ہے۔ اِس کے پتّے سے مختلف قِسم کے سگریٹ بنائے جاتے ہیں۔

زرعی پیداوار میں اضافہ کے لیے آج کل بعض فصلوں پر جراثیم کُش ادویات چھڑکائے جاتے ہیں جن سے فضائی، آبی اور زمینی آلودگی میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ یہ صورتِ حال انسان سمیت تمام جانداروں کے لیے سخت نقصان دِہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ایسی ادویات کا چھڑکاؤ مقرر کردہ مقدار سے زیادہ نہ کیا جائے اور اِس مقصد کے لیے محکمہ زراعت کی ہدایات پر سختی سے عمل کیا جائے تاکہ اِن کے مُضر اثرات سے بچا جاسکے۔

سوالات

1۔ پاکستان میں پیدا ہونے والی خاص خاص زرعی پیداوار کیا ہیں؟
2۔ فصل خریف کب کاشت کی جاتی ہے اور کس موسم میں کاٹی جاتی ہے؟
3۔ فصل ربیع کی اہم فصلوں کے نام بتائیں۔
4۔ ہمارے ملک میں پیدا ہونے والے کم از کم دس قسم کے پھلوں کے نام بتائیں۔

آٹھواں باب

معدنی پیداوار

زمین کھود کر تیل، کوئلہ، لوہا اور مُختلف قسم کی جو اشیا نکالی جاتی ہیں، اُنھیں معدنیات کہتے ہیں۔ پُرانے زمانے میں زمین کے اندر معدنیات معلوم کرنا اور اُنھیں نکالنا بہت مشکل تھا، لیکن اب سائنس کی ترقی سے یہ کام آسان ہوگیا ہے۔ اَب مشینوں کی مدد سے زمین گہری کھودنے، معدنیات نکالنے اور انھیں صاف کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ ہمارے ملک میں اب تک جن معدنیات کا پتا لگا ہے ان میں قدرتی گیس، تیل، کوئلہ، لوہا، شیشہ کی ریت، سنگِ مرمر، کرومائٹ، جپسم اور زمرّد وغیرہ شامل ہیں۔ آئیے دیکھیں یہ معدنیات کہاں کہاں سے حاصل ہوتی ہیں اور ہم انھیں کس طرح استعمال کرتے ہیں:

1۔ کوئلہ | کوئلے کے ذخیرے صُوبہ سرحد میں گلاخیل، پنجاب میں ڈنڈوت، مکڑوال، بلوچستان میں ڈِگی، ہرنائی، شاہ رگ، مچھ، ڈگاری، سندھ میں لاکھڑا اور جھم پیر میں پائے جاتے ہیں۔ یہ کوئلہ لکڑی کے کوئلے سے مختلف ہوتا ہے۔ اِسے اینٹوں کی شکل میں جما کر استعمال کیا جاتا ہے۔

2۔ قُدرتی گیس | 1952ء میں ضلع سبّی (بلوچستان) میں سُوئی کے مقام پر تیل کے ذخیرے دریافت کرنے کے لیے کُھدائی کی جارہی تھی تو تیل کی بجائے وہاں قدرتی گیس نکل آئی۔ اُس جگہ کی مناسبت سے اِسے سوئی گیس کا نام دیا گیا۔ سوئی میں گیس کا ذخیرہ دُنیا کے بڑے بڑے ذخیروں میں شمار ہوتا ہے۔ اب سوئی کے علاوہ صُوبہ بلوچستان، سِندھ اور پنجاب کے کئی مقامات پر گیس کے ذخیرے دریافت ہوئے ہیں۔ گیس مضبوط نلوں کے ذریعے مُلک کے دُور دراز علاقوں میں پہنچائی جاتی ہے۔ پاکستان کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک بڑا عطیہ ہے۔ اسے گھروں اور ہوٹلوں میں لکڑی اور کوئلے کی جگہ ایندھن کے طور پر، اور

کارخانوں میں مشینیں چلانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے کھاد اور کئی دوسری اشیا بھی بنائی جاتی ہیں۔ سکھر اور ملتان میں اس سے بجلی گھر چلا کر بجلی پیدا کی جاتی ہے۔

معدنی تیل (پٹرول) موجودہ ترقی یافتہ دور کا سارا دارو مدار پٹرول (تیل) پر ہے۔ تیل نہ ہو تو آمد و رفت کے تمام جدید ذرائع اور کارخانوں کی مشینیں چلنا بند ہو جائیں گی۔ ضروریات زندگی کا ایک جگہ سے دوسری جگہ لانا لے جانا مشکل ہو جائے گا۔ آرام و آسائش کی اکثر اشیا ناپید ہو جائیں گی۔ معیار زندگی گر جائے گا۔ الغرض آج کل کی زندگی میں تیل بہت اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

پاکستان میں تیل کی پیداوار ضرورت سے بہت کم ہے۔ اٹک، راولپنڈی، جہلم، ڈیرہ غازی خان (صوبہ پنجاب) اور بدین (صوبہ سندھ) کے ضلعوں میں معدنی تیل کے کنوئیں ہیں۔ ملک کے کئی اور علاقوں میں بھی تیل ملنے کی امید ہے۔ اِس لیے کنوئیں کھود کر تیل کی تلاش کی جا رہی ہے۔ سمندر کی تہہ کے نیچے بھی تیل تلاش کیا جا رہا ہے۔

پاکستان میں کراچی، ملتان اور راولپنڈی میں خام تیل کو صاف کر کے پٹرول بنانے کے بڑے بڑے کارخانے (ریفائنری) قائم ہیں۔

4۔ نمک نمک ہماری روزمرہ کے استعمال کی چیز ہے۔ اس کی سب سے بڑی کان کھیوڑہ (پنجاب) میں ہے۔ یہاں زیادہ نمک ملنے کی وجہ سے اس پہاڑی کا نام ہی کوہستانِ نمک رکھ دیا گیا ہے۔ چاغی، جٹہ اسمٰعیل خیل، بہادر خیل، بانڈہ داؤد شاہ (ضلع کرک) اور کالاباغ میں بھی نمک کی کانیں ہیں۔ اس کے علاوہ ماڑی پور (کراچی) میں سمندر کا پانی خشک کر کے نمک حاصل کیا جاتا ہے۔

5۔ لوہا۔ کرومائیٹ لوہا کالاباغ، ڈیرہ غازی خان، مکڑوال (پنجاب)، چترال، گلاخیل، لنگڑیال، شیخ بدین (سرحد)، اور چاغی، نوکنڈی، چلغازی، خُضدار (بلوچستان) میں ملتا ہے لیکن یہ لوہا اچھی قسم کا نہیں ہے۔ شیخ بدین (ڈیرہ اسماعیل خان) کے پہاڑوں میں لوہے کے کثیر ذخائر دریافت ہوئے ہیں، جنھیں استعمال میں لانے کے لیے اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

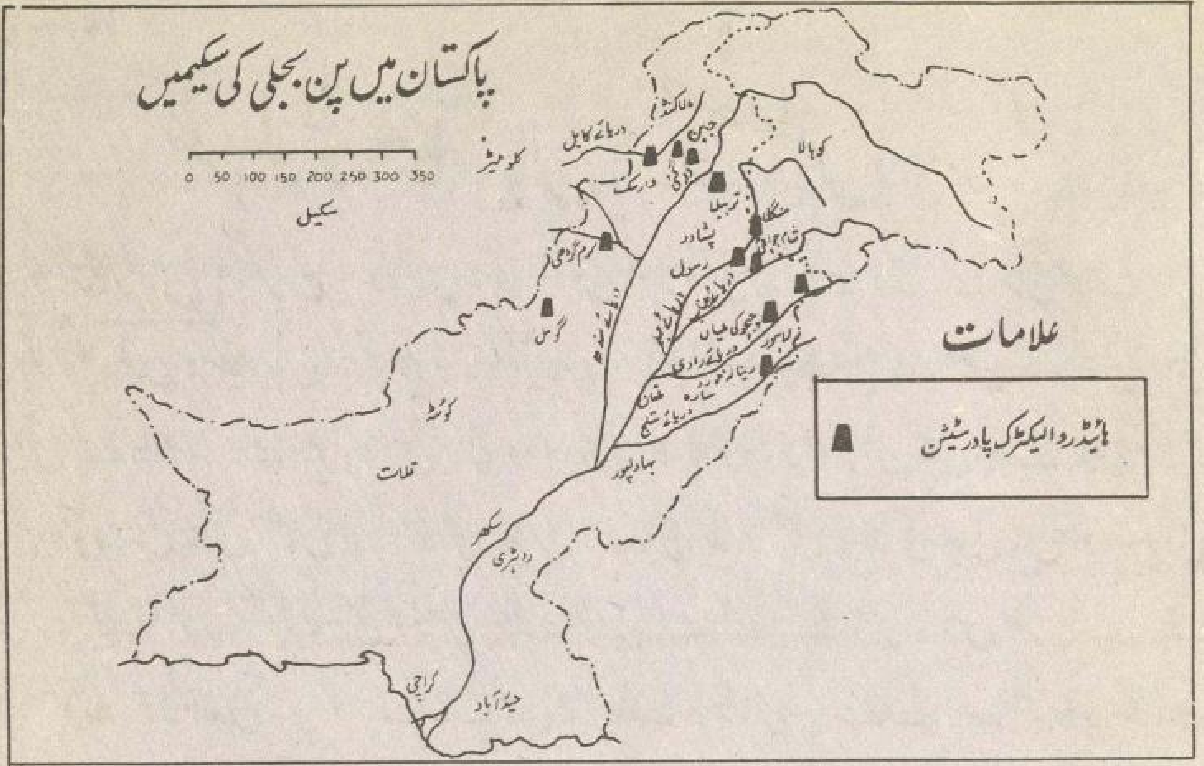
ہمارے ملک میں کرومائیٹ دھات بلوچستان میں ملتی ہے۔ کراچی کے قریب پپری کے مقام پر فولاد کا ایک بہت بڑا کارخانہ بنایا گیا ہے جو ملک کی فولاد کی ضرورت پوری کرنے لگا ہے۔

6۔ جپسم اور دیگر دھاتیں | جپسم ایک قسم کا پتھر ہے جو سیمنٹ اور کھاد بنانے کے کام آتا ہے۔ جپسم میانوالی، جہلم، ڈیرہ غازی خان (پنجاب)، کوئٹہ، سبّی (بلوچستان)، کوہاٹ (سرحد)، اور دادو، سانگھڑ (سندھ) میں ملتا ہے۔ ہمارے ملک میں شیشے کی ریت خیرپور اور حیدر آباد میں ملتی ہے۔ سنگِ مرمر صوابی، سوات، مُہمند ایجنسی، چاغی اور کالا چِٹا کے پہاڑوں میں ملتا ہے۔ صوابی کے علاقے کا سفید سنگِ مرمر دُنیا بھر میں سب سے اچھا ہے۔ یہ عمارات میں استعمال ہوتا ہے۔ چائنا مٹی ڈنڈوت (پنجاب) اور سوات (سرحد) میں ملتی ہے۔ چائنا مٹی سے کھانے پینے کے نفیس برتن بنائے جاتے ہیں۔

بجلی

1۔ پن بجلی | پاکستان میں کوئلے اور معدنی تیل کی کمی ہے اس لیے بجلی پیدا کرنے کے لیے زیادہ تر پانی کی قوت استعمال کی جاتی ہے۔ پانی کی مدد سے جو بجلی حاصل ہوتی ہے اُسے پن بجلی کہتے ہیں۔ دریا کا پانی جہاں کافی اونچائی سے نیچے گرے اُسے آبشار کہتے ہیں۔ آبشار کے پانی کو بڑے بڑے نلوں کے ذریعے نیچے لگی ہوئی چرخیوں پر گرایا جاتا ہے۔ اس سے چرخیاں تیزی سے گھومنے لگتی ہیں۔ چرخیوں کے ساتھ بجلی پیدا کرنے کی مشین (جنریٹر) لگی ہوتی ہے۔ چرخیوں کے گھومنے سے مشین گھومتی ہے اور بجلی پیدا ہوتی ہے۔ ہمارے ملک کے دریاوں میں قدرتی آبشاریں نہیں، اس لیے دریاؤں اور نہروں پر بند (ڈیم) باندھ کر پانی جمع کیا جاتا ہے اور پھر اُسے بند کی بلندی سے نیچے گرا کر بجلی تیار کی جاتی ہے۔ ملک میں پن بجلی وارسک، جبن، درگئی، کُرم گڑھی، تربیلا، منگلا، رسُول، نندی پُور اور شادی وال میں تیار کی جاتی ہے۔ سب سے بڑا بجلی گھر تربیلا میں ہے۔

2۔ تھرمل بجلی | قدرتی گیس، تیل یا کوئلے کی مدد سے پیدا کی جانے والی بجلی کو تھرمل بجلی



کہتے ہیں۔ قدرتی گیس کی مدد سے ملتان، فیصل آباد اور کوئٹہ کے قریب تھرمل بجلی گھر قائم ہیں۔

3۔ **ایٹمی بجلی** ایسے بجلی گھر ایٹمی توانائی سے چلتے ہیں۔ ایٹمی توانائی حاصل کرنے کے لیے یورینیم (ایک بہت قیمتی دھات) استعمال کیا جاتا ہے۔ اس قسم کا بجلی گھر کراچی میں قائم ہے۔ چشمہ (میانوالی) اور ڈیرہ غازی خان میں بھی اس قسم کے بجلی گھر بنانے پر کام شروع ہے۔

آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے توانائی کے وسائل کم ہو رہے ہیں۔ ہمیں بجلی اور گیس کو دیکھ بھال کر خرچ کرنا چاہیے۔

سوالات

1۔ کسی ملک کی ترقی کے لیے معدنی تیل (پٹرولیم) کی اہمیت بیان کریں۔

2۔ قدرتی گیس سے کیا مراد ہے؟ پاکستان میں یہ گیس کہاں کہاں پیدا ہوتی ہے اور اس کا استعمال کہاں کہاں ہوتا ہے؟

3۔ مندرجہ ذیل معدنیات کہاں کہاں پیدا ہوتی ہیں؟

(ا) سنگ مرمر (ب) زمرد (ج) نمک۔

4۔ بجلی کن کن طریقوں سے پیدا کی جاتی ہے؟

5۔ پن بجلی کس طرح پیدا کی جاتی ہے؟ پاکستان میں کم از کم پانچ ایسے مقامات بتائیں جہاں پن بجلی پیدا کی جاتی ہے۔

نواں باب

گھریلو دستکاریاں اور صنعتیں

گھریلو دستکاریاں | گھروں یا دکانوں میں معمولی اوزار کی مدد سے ہاتھ سے بنائی جانے والی چیزوں کو گھریلوں دستکاریاں کہتے ہیں۔ اکثر مرد و خواتین دستکار چونکہ نسل در نسل اپنی دستکاریوں سے وابستہ رہتے ہیں، اس لیے وہ اپنے اپنے کام، ہنر اور فن میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ ان کی بنائی ہوئی نفیس اور انوکھی چیزیں اندرونِ ملک بھی پسند کی جاتی ہیں اور بیرونی ممالک سے آئے ہوئے لوگ بھی انھیں بڑے شوق سے خریدتے ہیں۔ اس طرح یہ دستکار ملک کی شہرت اور آمدن میں اضافہ کرتے ہیں۔ مختلف دستکاریوں کے لیے چند مشہور مقامات مندرجہ ذیل ہیں:

پشاور میں تانبے اور دیگر دھاتوں سے نفیس ظروف اور آرائشی اشیا، سونے، چاندی سے زنانہ زیورات، زنانہ و مردانہ کامدار طلائی جوتے اور کپڑے، کُلاہ اور بچگانہ ٹوپیاں، خوشنما اُونی قالین، جائے نماز، زنانہ و مردانہ چرمی پرس اور بیگ، گھوڑوں کے زین، بہترین چوبی فرنیچر اور آرائشی اشیا۔ مینگورہ (سوات) میں کام دار اُونی و ریشمی زنانہ شالیں اور دیگر ملبوسات، مردانہ گرم چادریں اور ٹوپیاں، قیمتی پتھروں سے مزین زنانہ زیورات، بہترین چوبی فرنیچر۔ چترال میں اُونی پٹی، چُغے، کمبل اور پاکول (ٹوپیاں)۔ کوہاٹ میں پرندوں کے خوبصورت پنجرے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں بہترین چوبی گلدان، آئینوں کے چوکھٹے اور دیگر بے شمار آرائشی اشیا۔ ٹیکسلا میں پتھر کے کھرل، گملے اور بہت سی دوسری کار آمد اشیا۔ گلیات (علاقہ مری) میں لکڑی سے مضبوط اور خوبصورت لاٹھیاں، کامدار اُونی شالیں، جنگلی جانوروں کے چمڑے سے زنانہ و مردانہ کوٹ، واسکٹ اور جوتے۔ سیالکوٹ میں لکڑی اور چمڑے سے کھیلوں کا مختلف سامان۔ گُجرات، وزیر آباد اور گوجرانوالہ میں بہترین آلاتِ جراحی، مختلف دھاتوں کے

برتن، چھری، کانٹے، چمچے، چھوٹے بڑے ٹرنک، الماریاں، بجلی کے پنکھے، واشنگ مشین، تعمیراتی سامان، واٹر کولر، سوتی دریاں، پلنگ و میز پوش۔ گھکڑ اور جھنگ میں سوتی اور اونی دریاں، شامیانے، ٹاٹ، بستر بند۔ لاہور میں نفیس ترین زیورات، زنانہ و مردانہ کامدار طلائی ملبوسات، چمڑے اور پلاسٹک کے جوتے، پرس، بٹوے، بیگ، چھوٹے بڑے بریف کیس، صندوق، کھانے پینے کے برتن، پھول، کھلونے، چوبی فرنیچر اور بے شمار دیگر انوکھی اشیا، مختلف دھاتوں سے برتن، بچگانہ سائیکلیں، ہوزری کا سوتی سامان، اونی قالین اور شالیں، لنگیاں اور کُلاہ۔ ملتان میں اونٹ کی کھال کے لیمپ شیڈ، تانبے، پیتل اور روغنی مٹی کے خوشنما برتن اور آرائشی اشیا، کامدار طلائی مردانہ و زنانہ جوتے، شامیانے۔ سکھر، ہالہ اور حیدرآباد میں دلکش اور نفیس اجرک، کانچ کی چوڑیاں اور دیگر زیورات، کامدار سوتی اور ریشمی زنانہ ملبوسات، چمڑے اور پلاسٹک کی اشیا، اعلیٰ فرنیچر۔ کوئٹہ میں چمڑے کے نت نئے جوتے، اونی قالین، جائے نماز، کمبل اور شالیں، سنگِ مرمر کی دیدہ زیب آرائشی اشیا، کامدار طلائی واسکٹ۔ کراچی میں بہترین نقرئی اور طلائی زیورات، شیشے اور پلاسٹک کے بے شمار قسم کے ظرُوف، فرنیچر اور بہت سی دیگر اشیا بنتی ہیں۔ لاہور اور کراچی کے بعض فن کار خطاطی، منظر کشی اور پچکاری میں اپنی مثال نہیں رکھتے۔

اکثر دستکاریاں چونکہ گھروں کے اندر بنائی جاتی ہیں اس لیے انھیں زیادہ تر خواتین ہی بناتی ہیں۔

بھاری صنعت | بڑی بڑی مشینوں کے ذریعہ زیادہ تعداد یا مقدار میں اشیا بنانے کو بھاری صنعت کہتے ہیں۔

پاکستان میں مختلف صنعتوں کے بڑے بڑے کارخانے ہیں۔ ان کارخانوں میں بھاری مشینیں نصب ہیں جو بجلی، گیس یا تیل سے چلائی جاتی ہیں۔ ان میں سینکڑوں ہزاروں، تربیت یافتہ انجنیئر، کاریگر اور مزدور کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ شب و روز محنت کرتے ہیں اور

ملکی ضروریات پوری کرنے کے بعد اپنا تیار شدہ مال بیرون ملک بھی بھیجتے ہیں ۔ اس طرح ان کارخانوں کی بدولت ملک کی ترقی اور خوشحالی میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ ہماری بڑی بڑی صنعتیں مندرجہ ذیل ہیں :

سوتی کپڑا پاکستان میں لمبے ریشے والی مضبوط کپاس بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے ۔ کپاس سے کپڑا اور سوتی دھاگہ بنانے کے کارخانے فیصل آباد ، ملتان ، سرگودھا ، اوکاڑہ ، جوہر آباد ، رحیم یار خان ، حیدر آباد ، کراچی ، راولپنڈی ، لارنس پور ، قائد آباد ، جھنگ ، نوشہرہ ، کوہاٹ ، سرائے نورنگ اور ڈیرہ اسمٰعیل خان وغیرہ میں قائم ہیں ۔

ریشمی کپڑا اصلی ریشم ایک کیڑے سے حاصل کیا جاتا ہے ۔ اسے ریشمی کیڑا کہتے ہیں اور اِس کی نشوونما شہتوت کے پتوں پر ہوتی ہے ۔ مصنوعی ریشم مختلف کیمیائی اجزاء سے بنایا جاتا ہے ۔ پاکستان میں اصلی اور مصنوعی دونوں قسم کے ریشمی کپڑے بنائے جاتے ہیں ۔ کراچی ، لاہور ، گوجرانوالہ ، جھنگ ، ملتان ، سکھر ، حیدر آباد اور مینگورہ (سوات) ریشمی کپڑا بنانے کے اہم مراکز ہیں ۔

شکر سازی کھانڈ یا چینی زیادہ تر گنے سے بنائی جاتی ہے ۔ چقندر سے بھی چینی نکالی جاتی ہے ۔ مردان ، تخت بائی ، چارسدہ ، پشاور ، سرائے نورنگ (لکی مروت) ، ڈیرہ اسمٰعیل خان ، بھکر ، راہوالی ، لیہ ، جوہر آباد ، چشتیاں ، جھنگ ، منڈی بہاوالدین ، پسرور ، پتوکی ، دریاخان ، لاڑکانہ ، ٹنڈو محمد خان ، رانی پور ، بدین ، ٹھٹہ ، میرپور خاص ، سانگھڑ اور کئی دوسرے مقامات پر شکر سازی کے کارخانے ہیں ۔

سیمنٹ ایک خاص قسم کے پتھّر سے بنایا جاتا ہے ۔ پاکستان میں یہ پتھر کئی علاقوں میں عام ملتا ہے ، اس لیے یہاں سیمنٹ بنانے کے کئی کارخانے نصب ہیں ۔ کراچی ، نوری آباد ، حیدر آباد ، ٹھٹہ ، روہڑی ، داؤد خیل ، پیزو (لکی مروت) ، واہ ، ڈنڈوت ، حطّار (ہری پور) ، نظام پور ، نوشہرہ اور کوہاٹ میں سیمنٹ سازی کے بڑے بڑے کارخانے ہیں ۔

مصنوعی کھاد ایک خاص قسم کی مٹی اور دوسرے کیمیائی اجزا سے بنائی جاتی ہے۔ فیصل آباد ، شیخوپورہ ، ملتان ، داؤد خیل ، ڈہرکی ، ماچھی گوٹھ ، میرپور ماتھیلو اور ہری پور میں مصنوعی کھاد بنانے کے کارخانے قائم ہیں۔

فولاد خام لوہے کو صاف کر کے دیگر دھات میں ملانے سے فولاد (سٹیل) بنایا جاتا ہے۔ فولاد ہر قسم کی ہلکی اور بھاری مشینوں ، موٹر گاڑیوں ، تعمیراتی ، زرعی آلات اور گھریلو اشیا بنانے میں استعمال ہوتا ہے۔ پاکستان میں فولاد سازی کا بڑا کارخانہ " پاکستان سٹیل " کراچی میں نصب ہے۔ لاہور ، ٹیکسلا اور نوشہرہ میں بھی فولاد سازی کے چھوٹے کارخانے قائم ہیں۔

شیشہ شیشہ بنانے کی صنعت میں ایک خاص قسم کی ریت استعمال ہوتی ہے۔ شیشہ سازی کے کارخانے شیدو (نوشہرہ) ، حسن ابدال ، گھکڑ ، جہلم ، لاہور ، شیخوپورہ ، ملتان ، حیدر آباد اور کراچی میں قائم ہیں۔

ٹیلی فون وغیرہ پاکستان میں جدید ٹیلی فون ، ٹیلی فیکس ، ریڈیو سیٹ اور ٹائپ رائٹر بنانے کا بڑا کارخانہ ہری پور میں قائم ہے۔

مندرجہ بالا صنعتوں کے علاوہ بھاری مشینری اور فوجی گاڑیاں بنانے کے کارخانے ٹیکسلا میں ، اسلحہ اور گولہ بارود بنانے کے کارخانے واہ ، سنجوال (اٹک) اور حویلیاں (ہری پور) میں ، ہلکے ہوائی جہاز بنانے کا کارخانہ کامرہ (اٹک) میں ، ریل گاڑیوں کے انجن اور ڈبے بنانے کے کارخانے رسالپور (نوشہرہ) اور لاہور میں ، بحری جہاز ، موٹر کاریں اور ٹریکٹر بنانے کے کارخانے کراچی میں قائم ہیں۔

ہمارے ملک میں بجلی کی تاریں ، بلب اور دوسرا سامان ، ٹرانزسٹر ، ٹیلی وژن سیٹ ، ریفریجریٹر ، ایئرکنڈیشنر ، ڈیپ فریزر ، واٹر کولر ، سائیکل ، ٹائر و ٹیوب ، دوائیں ، خوردنی تیل ، مشروبات و مربہ جات ، ماچس ، سگریٹ ، بلیڈ ، پلاسٹک کی مختلف اشیا اور برتن ، کاغذ ، گتّہ ، پن ، پنسل ، سیاہی ، رنگ و روغن ، فوم (گدّے) ، سوتی تولیے ، صابن ، پوڈر ، غسل خانے بنانے

کے لیے سامان ، ٹائلز اور کئی دیگر اشیا بنانے کے کارخانے بھی قائم ہیں ۔ ان کارخانوں کی ہمیں ضرورت ہے لیکن ان کے دھوئیں سے فضا خراب ہو رہی ہے ۔ ان سے جو پانی نکلتا ہے اس میں کیمیائی مادے شامل ہوتے ہیں ۔ یہ پانی زمین کے اندر جائے تو وہ کاشت کے قابل نہیں رہتی اور پینے کے پانی میں مل جائے تو وہ پینے کے قابل نہیں رہتا ۔

سوالات

1۔ مندرجہ ذیل گھریلو دستکاریاں کہاں کہاں بنائی جاتی ہیں؟

(ا) نقش و نگار والی تانبے کی اشیا۔ (ب) پاکول (اونی ٹوپیاں) ۔ (ج) لکڑی کی آرائشی اشیا۔

(د) پتھر کے کھرل اور گملے وغیرہ۔ (ڈ) لکڑی اور چمڑے سے کھیلوں کا سامان۔ (س) قالین اور شامیانے۔

(ش) اونٹ کی کھال سے لیمپ اور اُن کے شیڈ۔ (ص) کانچ کی چوڑیاں۔

2۔ کم از کم چار چار ایسے مقامات بتائیں جہاں مندرجہ ذیل صنعتیں قائم ہیں:

(ا) شکر سازی۔ (ب) سیمنٹ ۔ (ج) مصنوعی کھاد۔

3۔ ہر لڑکی یا لڑکا کم از کم پانچ ایسی چیزیں بتائے جو پاکستان میں بنی ہوں۔

دسواں باب

آبادی اور مردُم شُماری

آپ جانتے ہیں کہ پاکستان کی زمین اور آب و ہوا ہر جگہ ایک جیسی نہیں ۔ کہیں پہاڑی علاقہ ہے تو کہیں میدان ہیں ۔ کہیں سرسبز لہلہاتے کھیت اور باغات ہیں تو کہیں بنجر ریگستان کہیں دریا اور کنوئیں ہیں تو کہیں بالکل خشک علاقے ۔ اس فرق کی وجہ سے ہر جگہ آبادی بھی ایک جیسی نہیں ۔ کہیں آبادی زیادہ ہے اور کہیں کم ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ زیادہ تر ایسی جگہوں پر آباد ہوتے ہیں جہاں کی آب و ہوا اچھی ہو ، زمین زرخیز ہو ، پانی دستیاب ہو ، قدرتی وسائل موجود ہوں اور زندگی کی ضروریات اور سہولتیں آسانی سے حاصل ہو سکتی ہوں ۔

پہاڑی یا بنجر علاقوں میں نہ پیداوار ہوتی ہے نہ زندگی کی ضروریات کی دوسری چیزیں میسر ہوتی ہیں ، اس لیے ان علاقوں میں آبادی کم ہوتی ہے ۔ ہمارے ملک کا مشرقی حصہ زیادہ تر میدانی ہے ۔ یہ علاقہ دریاؤں اور نہروں سے سیراب ہوتا ہے ، اس لیے زرخیز ہے ۔ لوگوں کو روزی کمانے کے مواقع بکثرت ملتے ہیں ، اس لیے ان علاقوں کی آبادی زیادہ ہے ۔ ملک کا مغربی حصہ جس میں بلوچستان بھی شامل ہے ، زیادہ تر پہاڑی ہے ۔ بارش بھی کم ہوتی ہے ، اس لیے وہاں آبادی کم ہے ۔ صوبہ سرحد کا علاقہ بھی زیادہ تر پتھریلا ہے ۔ البتہ وادی پشاور میں بہتے ہوئے دریاؤں اور وارسک بند سے نکالی گئی نہروں نے اس وادی کو سرسبز اور زرخیز بنا دیا ہے ، اس لیے اس وادی میں آبادی گنجان ہے ۔ لیکن پورے صوبے کے رقبے کے مدِنظر صوبے کی آبادی زیادہ گنجان نہیں ۔

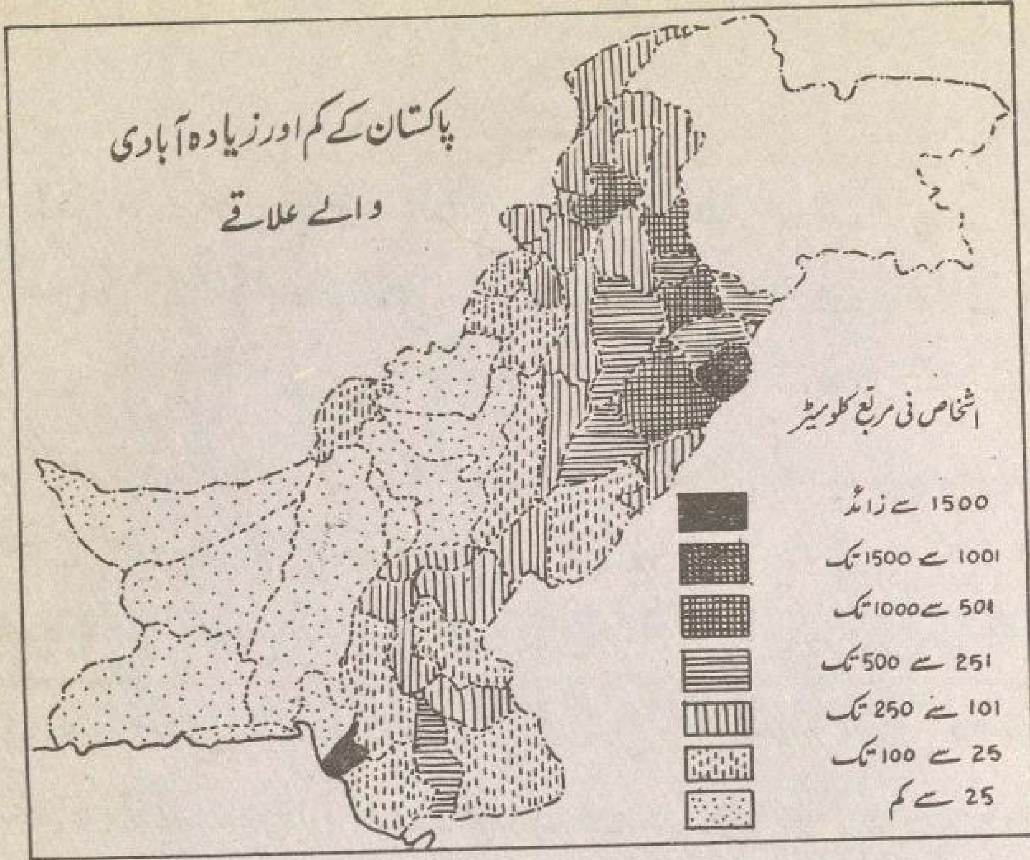
پنجاب کا زیادہ تر علاقہ سرسبز ہے ۔ بارش خُوب ہوتی ہے ۔ دریاؤں اور نہروں سے ہر وقت پانی ملتا رہتا ہے ۔ ضروریاتِ زندگی آسانی سے مُیسّر ہیں ، اس لیے ملک کی زیادہ آبادی اسی صوبے میں ہے ۔ صوبہ سندھ کا کچھ علاقہ بنجر ہے ، باقی علاقے زرخیز ہیں جنھیں دریائے سندھ

سے نکالی گئی نہریں سیراب کرتی ہیں ، اس لیے وہاں بھی آبادی زیادہ ہے ۔ سندھ کے ساحلی علاقے میں کراچی واقع ہے جو پاکستان کی اہم بندرگاہ اور تجارتی مرکز ہے ۔ کراچی ملک کا سب سے بڑا شہر ہے ۔ صنعتی اور کاروباری شہر ہونے کی وجہ سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ ملک کے دوسرے علاقوں سے آکر یہاں آباد ہو رہے ہیں ، اس لیے اس شہر کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے ۔

مردُم شماری آئیے ، اب آبادی کے اعداد و شمار دیکھیں ۔ ہمارے ملک میں ہر دس سال بعد ملک کے باشندوں کی گنتی کی جاتی ہے ۔ محکمہ مردُم شماری کے لوگ گاؤں گاؤں ، محلے محلے اور گھر گھر جاکر ہر آدمی کا نام ، عمر ، پتا ، مذہب ، پیشہ اور تعلیم لکھتے ہیں ۔ ان سب کا میزان کرکے کل آبادی کی تعداد تیار کرتے ہیں ۔ اس پورے کام کو مردُم شماری کہا جاتا ہے ۔ ملک کی موجودہ آبادی 130.586 ملین ہے ۔ اس میں ہر سال تقریباً 2.3 فیصد مزید اضافہ ہوجاتا ہے ۔ ملک میں عورتوں کی تعداد 48 فی صد اور مردوں کی تعداد 52 فیصد ہے ۔

دیہی اور شہری آبادی آپ جانتے ہیں کہ ہمارا ملک ایک زرعی ملک ہے ۔ ہماری 70 فی صد آبادی دیہات میں رہتی ہے اور کاشتکاری کرتی ہے ۔ البتہ شہری علاقوں میں روزگار کے مواقع نسبتاً زیادہ ہوتے ہیں ، اس لیے صنعتی و تجارتی شہروں کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے وہاں رہائش ، صحت ، صفائی اور تعلیم وغیرہ کے مسائل بھی بہت بڑھ رہے ہیں ۔

پڑھی لکھی اور ان پڑھ آبادی کا تناسب ہماری آبادی کا زیادہ تر حصہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتا ۔ دیہات کی آبادی تو بہت حد تک ان پڑھ ہے ۔ دیہات کے علاوہ شہروں میں بھی ایسے لوگوں کی کافی تعداد ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ۔ مجموعی طور پر ملک کی 55 فی صد آبادی ان پڑھ ہے ۔ دنیا کے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں ہمارے یہاں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد صرف 45 فی صد ہے ۔ حکومت اس طرف خاص توجہ دے رہی ہے ۔ دیہاتوں اور



شہروں میں ہر سال ہزاروں سکول کھولے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ دس سالوں میں ہمارے ملک میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوجائے گا۔

مذہب پاکستان میں زیادہ تر مسلمان آباد ہیں۔ ملک کی کل آبادی کا 97 فیصد حصہ مسلمان ہے۔ یہاں کا سرکاری مذہب اسلام ہے، مگر ہمارے آئین میں دوسرے مذاہب کو بھی پورا تحفظ حاصل ہے۔ سب پاکستانیوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ کم تعداد والے مذہبی فرقوں کو اقلیت کہتے ہیں۔ ہمارے ملک میں اقلیتوں کی آبادی کم ہے۔ ان کے مذہب علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ان میں کچھ لوگ عیسائی ہیں، کچھ ہندو ہیں۔ بدھ مذہب کے ماننے والے بھی پاکستان میں رہتے ہیں اور پارسی مذہب کے پیرو بھی۔ ان کے علاوہ کچھ دوسری اقلیتیں بھی ہیں۔ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کی الگ الگ تعداد کو یکجا کیا جائے تو ہمارے ملک کی کل آبادی میں ان کا تناسب صرف 3 فیصد ہے۔

پیشے

روزی کمانے اور دیگر ضروریات پورا کرنے کے لیے ہم سب کو کچھ نہ کچھ کام کرنا پڑتا ہے۔ انسان کی بے شُمار ضروریات ہیں۔ مختلف چیزوں کو پیدا کرنے یا خدمات مہیا کرنے کے لیے ہمارے کام بھی مختلف ہیں۔ ہم جو کام کرتے ہیں وہ ہمارا پیشہ کہلاتا ہے۔ اب تک مختلف شعبوں میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں کم ہے۔ عورتوں میں تعلیم کے ساتھ مختلف شعبوں میں اُن کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے۔

1۔ کاشتکاری پاکستان چونکہ ایک زرعی ملک ہے، اس لیے ہمارے اکثر لوگ زراعت یا کاشتکاری سے وابستہ ہیں۔ زراعت کا کام کرنے والوں کو کاشتکار یا کسان کہا جاتا ہے۔ کسان کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں اور اشیائے خوراک کے علاوہ نقد آور فصلیں بھی پیدا کرتے ہیں۔
دیہات میں کسانوں کے لیے زرعی آلات، اوزار اور دوسری اشیا بنانے یا مرمت کرنے والے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ انھیں لوہار، کمہار، موچی اور جولاہا کہتے ہیں۔ لوہار زراعت میں استعمال کے لیے آلات بناتا ہے۔ کمہار دیہات والوں کے لیے مٹی کے مختلف برتن بناتا ہے۔ موچی ان کے لیے جوتے بناتا ہے اور جولاہا ان کے لیے کپڑا بناتا ہے۔ ان سب لوگوں کا آپس میں گہرا تعلق اور بھائی چارہ ہوتا ہے۔ یہ سب اپنے اپنے پیشے یعنی کام سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

2۔ دست کاری معمولی اوزار کی مدد سے اپنے ہاتھ سے کام کی چیزیں بنانے والوں کو دستکار کہتے ہیں۔ ہمارے ملک کے بعض لوگ بہت خوبصورت اور مفید دستکاریاں بناتے ہیں۔ ان کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزیں اندرون اور بیرون ملک بہت پسند کی جاتی ہیں۔ مثلاً صوبہ سرحد میں کپڑوں پر طلائی اور سوتی کشیدہ کاری، زری جوتے، پیتل اور تانبے کے خوبصورت برتن،



چھوٹے ہتھیار طلائی ٹوپیاں اور کلاہ ، قالین ، کمبل اور شال بنانے کی دستکاریاں بہت مشہور ہیں۔
پنجاب میں کھیلوں کا سامان ، چمڑے اور لکڑی کی نفیس اشیا ، روغنی مٹی کے برتن ، اُونٹ کی کھال کے لیمپ شیڈ ، لنگیاں اور کھیس وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ صوبہ سندھ کی دستکاریوں میں کپڑے پر شیشہ لگانا ، کانچ کے زیور ، کام دار سوتی اجرک اور صوبہ بلوچستان میں اُونی قالین ، چمڑے کے جوتے اور واسکٹ مشہور ہیں۔

3۔ **محنت مزدوری** جسمانی اور ذہنی محنت سے رزق کمانے والوں کو محنت کش کہا جاتا ہے۔ ناخواندہ یا معمولی پڑھے لکھے لوگ جسمانی مزدوری کرتے ہیں۔ تکنیکی مہارتوں میں تربیت یافتہ افراد کو ہُنر مند ، اور کسی قسم کی مہارت نہ جاننے والوں کو غیر ہُنر مند کہتے ہیں۔

ناخواندہ اور غیر ہنرمند لوگ کارخانوں ، فیکٹریوں ، ورکشاپوں ، بندرگاہوں ، تعمیراتی کاموں ، کھیتوں وغیرہ میں محنت مزدوری کرتے ہیں۔ دفتروں ، سکولوں ، ہسپتالوں ، ہوٹلوں ، دکانوں ، بس اڈوں وغیرہ میں بھی یہ لوگ چوکیداری ، صفائی اور سامان لانے لے جانے کے کام کرتے ہیں۔ نہروں ، نالوں کی کھُدائی و صفائی کے علاوہ ناخواندہ لوگ سڑکوں ، ریلوے لائنوں اور شہر کے گلی کوچوں کی مرمت ، صفائی اور دیکھ بھال کرتے ہیں۔

تعلیم یافتہ اور ہُنر مند لوگ زیادہ تر سرکاری دفتروں اور بڑے بڑے صنعتی ، تجارتی ، مالیاتی اداروں میں ملازمت کرتے ہیں۔ علم ، ہُنر اور تجربے کی مناسبت سے یہ لوگ مختلف عہدوں پر اپنی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہوتے ہیں مثلاً سکول ، کالج میں اُستاد یا استانی ، ہسپتال میں ڈاکٹر یا نرس ، فوج میں ہواباز یا توپچی ، عدالت میں جج یا محرر ، دفتر میں افسر یا کلرک ، صنعتی ادارے میں انجنیئر یا ٹیکنیشن ، پولیس میں انسپکٹر یا سپاہی وغیرہ۔

4۔ **ماہی گیری** سمندر کے کنارے کے علاقوں میں لوگوں کا خاص پیشہ مچھلی پکڑنا ہے۔ اس پیشے کو ماہی گیری کہتے ہیں۔ یہ لوگ سمندر میں کشتیاں لے جا کر مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ سمندری ساحل کے قریب اعلیٰ قسم کی مچھلیاں اور جھینگے پکڑ کر سرد خانوں میں رکھ دیتے ہیں اور بعد میں انھیں فروخت کر کے روزی کماتے ہیں۔

5۔ **باغبانی اور پھل فروشی** | باغات کی نگرانی اور پھل فروشی بھی ایک پیشہ ہے۔ ہمارے ملک کے زرخیز علاقوں میں باغات کثرت سے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال اور پھلوں کی فروخت سے بہت سے لوگ روزی پیدا کرتے ہیں۔ بعض لوگ ان کارخانوں میں کام کرتے ہیں جہاں پھلوں سے رس نکالا جاتا ہے یا انھیں ڈبوں میں بند کیا جاتا ہے۔

6۔ **کان کنی** | کوہاٹ، پوٹھوہار اور بلوچستان کے علاقوں میں کانیں ہیں جہاں نمک، کوئلہ، تانبا، سنگ مرمر اور دوسری اشیا نکلتی ہیں۔ جو لوگ کانوں میں کام کرتے ہیں اُنھیں کان کن کہتے ہیں۔ یہ لوگ زمین کے اندر جاکر کانوں میں کام کرتے ہیں۔ کان کے اندر روشنی کرنے کے لیے ان کے سروں پر ایسی ٹوپیاں لگی ہوتی ہیں جن میں ٹارچ لگی ہوتی ہے۔

زبان، لباس اور رہن سہن

زبان | پاکستان کے ہر صوبے میں اپنی اپنی علاقائی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ مثلاً صوبہ سرحد میں زیادہ تر پشتو اور ہندکو، پنجاب میں پنجابی اور سرائیکی، سندھ میں سندھی اور بلوچی اور بلوچستان میں بلوچی، پشتو اور براہوی۔ یہ سب زبانیں زمانہ قدیم سے ان علاقوں میں بولی جاتی ہیں اور ان میں ادب، تاریخ اور شعر و شاعری سب کچھ موجود ہیں۔

الگ الگ علاقائی زبانوں کے باوجود پاکستان کے لوگ آپس میں بات چیت اور خط وکتابت اردو زبان میں کرتے ہیں۔ اُردو ہمارے قومی زبان ہے۔ اردو پاکستان میں تقریباً ہر جگہ سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ دفتری زبان ہونے کے علاوہ سرکاری سکولوں میں تعلیم بھی اردو زبان میں دی جاتی ہے۔

لباس | تن پوشی کے لیے موسمی حالات کے مطابق موزوں لباس بہت ضروری ہے۔ لباس میں کام کاج کرنے کی سہولت، کفایت، علاقائی اور مذہبی روایات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں موسم کے مطابق تقریباً ایک جیسا مردانہ لباس پہنا جاتا ہے یعنی موسم گرما میں قمیص یا کرتہ اور شلوار، چادر یا ہلکی ٹوپی اور پشاوری جوتوں سے ملتے جلتے

پاپوش ۔ سردی میں قمیص کے اُوپر گرم بنیان ، جرسی ، واسکٹ یا کوٹ پہنا جاتا ہے ۔ بعض سرکاری عہدہ دار اور کاروباری لوگ مغربی طرز کا لباس بھی پہنتے ہیں مثلاً قمیص یا بُش شرٹ ، پتلون ، کوٹ اور ٹائی ۔ ملک بھر کی زیادہ تر خواتین قمیص ، شلوار ، دوپٹہ یا شال پہنتی ہیں ۔ قمیص اور شال پر زر دوزی یا کشیدہ کاری کی ہوئی ہوتی ہے ۔ چوڑیاں اور بندے وغیرہ بھی ملک بھر میں عام پہنے جاتے ہیں ۔ بڑے شہروں میں بعض بچیاں قمیص کی جگہ فراک پہنتی ہیں ۔

ملک کے دیہاتی علاقوں میں لوگوں کے لباس میں تھوڑا بہت فرق نظر آتا ہے ۔

صوبہ سرحد کے مرد قمیص ، شلوار ، ٹوپی یا کلاہ لنگی استعمال کرتے ہیں ۔ سردی میں قمیص کے اوپر گرم بنیان ، جرسی ، واسکٹ یا کوٹ اور گرم چادر استعمال کی جاتی ہے ۔ خواتین لمبی قمیص ، گھیرے دار شلوار یا دوپٹہ یا گرم شال پہنتی ہیں ۔ پنجاب کے مرد قمیص تہہ بند ، قمیص شلوار ، کرتہ شلوار پہنتے ہیں ۔ سر پر صافا یا پگڑی باندھتے ہیں ۔ پگڑی باندھنے کا انداز مختلف علاقوں میں مختلف طرز کا ہوتا ہے ۔ پنجابی خواتین قمیص ، شلوار ، دوپٹہ یا کرتہ ، لاچا بھی پنتی ہیں ۔ صوبہ سندھ کے دیہات میں مرد لمبی قمیص اور کھلے گھیرے والی شلوار پہنتے ہیں ۔ سر پر خوبصورت نقش و نگار کی ٹوپیاں اور کندھے پر اجرک (پھولدار چادر) رکھتے ہیں ۔

سندھی خواتین بھی لمبی کام دار قمیصیں ، شلوار اور خوبصورت ٹانکوں والے اجرک یا دوپٹے پہنتی ہیں ۔ کراچی میں بعض خواتین خوبصورت ساڑھیاں پہنتی ہیں ۔ صوبہ بلوچستان کے دیہات میں مرد قمیص ، شلوار ، خوبصورت ٹانکوں سے مزین واسکٹ اور گرم ٹوپی یا بھاری پگڑی پہنتے ہیں ۔ خواتین خوبصورت بیل بوٹوں والی لمبی اور کھلی قمیص ، شلوار اور کامدار اوڑھنی (بھاری چادر) پہنتی ہیں ۔

رہن سہن ہم سب ایک قوم ہیں ۔ ہم سب کا ملک و وطن پاکستان ہے ۔ ہم تقریباً سارے مسلمان ہیں ۔ ہمارا خدا ایک ہے ، قرآن ایک ہے اور ہم سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمّت ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا رہن سہن اور ہمارے طور طریقے بھی تقریباً ایک

جیسے ہیں ، البتہ مقامی آب و ہوا ، پیداوار اور علاقائی رسم و رواج کی وجہ سے ان میں جگہ جگہ معمولی فرق ہے ۔ ہمارے شہروں کے لوگ پکے مکانوں میں رہتے ہیں ۔ شہروں میں بڑے بڑے بازار ، سرکاری دفاتر ، سکول ، ہسپتال اور زندگی کی دوسری سہولتوں کی وجہ سے آبادی گنجان ہے ۔ دیہات میں لوگ کچے مکانوں میں رہتے ہیں ۔ یہ لوگ سادہ زندگی گزارتے ہیں کیونکہ انھیں اکثر سہولیات مثلاً بجلی ، گیس وغیرہ میسّر نہیں ۔ موجودہ حکومت دیہات کی حالت بہتر بنانے اور انھیں عام سہولیات فراہم کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہے ۔

پاکستان میں مسلمانوں کی عبادات ، شادی بیاہ ، تجہیز و تکفین اور مذہبی تہواروں کے طریقے ہر جگہ ایک جیسے ہیں ۔ عیدین ، میلاد النبیؐ ، شب برأت اور عاشورہ پورے ملک میں مذہبی جوش و خروش سے منایا جاتا ہے ۔ شادی بیاہ کے موقع پر نکاح ، اور مالی حیثیت کے مطابق ولیمے کھلانے کا رواج بھی ایک ہی ہے ۔ کھانے پینے میں مذہبی پابندیوں اور اسلامی آداب کا ہر جگہ لحاظ رکھا جاتا ہے ۔ جلسے جلوسوں اور کھیل تماشوں میں جوش و خروش کا اظہار بھی ملک بھر میں ایک جیسا ہوتا ہے ۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہے کہ تمام قوم کا رہن سہن اور طور طریقے تقریباً ایک جیسے ہی ہیں ۔

مشہور شہر

پاکستان کے مشہور شہر کراچی ، لاہور ، فیصل آباد ، ملتان ، حیدر آباد ، راولپنڈی ، پشاور ، کوئٹہ اور اسلام آباد ہیں ۔

کراچی | بحیرہ عرب کے ساحل پر واقع یہ پاکستان کا سب سے بڑا شہر ، سب سے بڑی بندرگاہ اور صوبہ سندھ کا صدر مقام ہے ۔ تیرہ سو سال پہلے جب محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا تو کراچی ایک چھوٹی سی بستی تھی ، لیکن اب یہ ملک کا سب سے بڑا اور مشہور شہر ہے ۔ یہاں کا جدید ہوائی اڈا دنیا بھر میں مشہور ہے ۔ اس شہر میں پاکستان کے ہر علاقے کے لوگ رہتے ہیں ۔ یہاں عالی شان ہوٹل ، بڑی بڑی عمارتیں ، کاروباری مراکز اور بہت سے کارخانے ہیں ۔

بانی پاکستان قائداعظمؒ کا مزار بھی یہیں ہے۔ ان کا مقبرہ دیکھنے کے قابل ہے۔ یہاں طب، انجنیئرنگ اور بہت سے دوسرے علوم کے بڑے بڑے تعلیمی ادارے ہیں۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق اس شہر کی آبادی 9.269 ملین تھی۔

لاہور دریائے راوی کے کنارے پر واقع لاہور پاکستان کے قدیم شہروں میں سے ایک ہے۔ صوبہ پنجاب کا صدر مقام ہے۔ اس شہر کو مغلوں کی حکومت کے زمانے میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہاں مغل بادشاہوں کے زمانے کی مشہور عمارتیں ہیں جیسے شالامار باغ، شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد وغیرہ۔ لاہور کا چڑیا گھر بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ علامہ اقبالؒ کے مزار کے علاوہ مقبرہ جہانگیر بھی یہیں ہے۔ اس شہر میں ایک عظیم بزرگ ہستی کا مزار ہے جنھوں نے یہاں آکر مذہبِ اسلام کا بول بالا کیا۔ ان کا نام سیّد علی ہجویریؒ ہے، مگر عام طور پر داتا گنج بخشؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ فروری 1974ء میں اِسلامی سربراہوں کی کانفرنس بھی اس شہر میں ہوئی تھی۔ لاہور ایک اہم تعلیمی، صنعتی اور کاروباری مرکز ہے۔ یہاں کئی تفریح گاہیں اور کھیل کود کے جدید سٹیڈیم (میدان) بنائے گئے ہیں۔ 1998ء کی مردُم شماری کے مطابق اس شہر کی آبادی 5.063 ملین تھی۔ اور یہ پاکستان کا دوسرا بڑا شہر ہے۔

فیصل آباد دریائے راوی اور چناب کے درمیان فیصل آباد ایک زرخیز اور گنجان علاقے میں واقع ہے۔ یہاں سوتی کپڑا بنانے کے بہت سے کارخانے ہیں، اس لیے اس شہر کو پاکستان کا مانچسٹر بھی کہا جاتا ہے (مانچسٹر انگلستان کا ایک شہر ہے جو سوتی کپڑوں کی صنعت کے لیے دُنیا بھر میں مشہور ہے)۔ صنعتی شہر ہونے کے علاوہ ایک اہم زرعی اور کاروباری مرکز ہونے کی وجہ سے یہ شہر پنجاب کے تمام شہروں سے سڑکوں، ریلوں اور ہوائی راستوں کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ اس شہر کا پرانا نام لائل پور تھا۔ موجودہ نام شاہ فیصل (مرحوم) کے نام پر فیصل آباد رکھا گیا ہے۔ یہاں ایک زرعی یونیورسٹی اور میڈیکل کالج بھی ہے۔ 1998ء کی مردم شماری کے مطابق اس شہر کی آبادی 1.977 ملین تھی۔ اور یہ پاکستان کا تیسرا بڑا شہر ہے۔

مُلتان پاکستان کے پرانے شہروں میں سے ایک ہے۔ ملتان کے لوگ بہترین کاریگر اور

ہُنرمند دستکار ہیں ۔ مٹی کے برتن ، لیمپوں کے شیڈ ، پھولدان اور لکڑی کے کھلونوں کے علاوہ یہاں کے آم خاص طور پر مشہور ہیں ۔ یہاں ایک بجلی گھر ہے ۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں ایک میڈیکل کالج کھولا گیا ہے ۔ ایک یونیورسٹی بھی قائم ہے ۔ مُلتان کی آبادی 1.406 ملیَن ہے

حیدر آباد | صوبہ سندھ کا پرانا اور مشہور شہر ہے ۔ یہاں بہترین کیلے اور آم پیدا ہوتے ہیں ۔ یہاں بہت سے کارخانے ہیں ۔ حیدر آباد کے قریب جام شورو میں دو یونیورسٹیاں قائم ہیں ۔ شیشے کے برتن ، نفیس چوڑیاں اور اجرک بنانے کی صنعت بہت مشہور ہے ۔ یہاں ایک پرانا قلعہ ہے ۔ کراچی کے بعد حیدر آباد صوبہ سندھ کا دوسرا بڑا شہر ہے ۔ 1998 ء میں حیدر آباد کی آبادی 1.151 ملیَن تھی ۔

راولپنڈی | اس شہر نے پاکستان بننے کے بعد کافی ترقی کی ہے ۔ یہاں تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ ہے ۔ پاکستان کی بری فوج کا ہیڈکوارٹرز ہے ۔ نیشنل پارک کے نام سے ایک خوبصورت باغ ہے جو لوگوں کے لیے اچھی تفریح گاہ ہے ۔

1998ء میں اس کی آبادی 1,406,714 ملیَن تھی ۔

پشاور | صوبہ سرحد کا صدر مقام ہے ۔ بڑا پرانا اور تاریخی شہر ہے ۔ شہر کے اردگرد بہت سے باغات ہیں جن میں وزیر باغ ، شاہی باغ ، باغ ناران اور تاتارا پارک مشہور ہیں ۔ قصہ خوانی یہاں کا مشہور بازار ہے ۔ یہاں تین یونیورسٹیاں ہیں جو بہت خوبصورت اور پُرفضا مقام پر ہیں ۔ چند کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور تاریخی درہ خیبر ہے جس کے راستے افغانستان سے تجارت اور آمدورفت ہوتی ہے ۔ قدیم زمانے میں زیادہ تر حملہ آور اسی راستے سے آئے ۔ یہاں ایک تاریخی قلعہ بالاحصار بھی موجود ہے ۔ 1998 ء کی مردم شماری کے مطابق پشاور کی آبادی 0:988 ملیَن تھی ۔

کوئٹہ | صوبہ بلوچستان کا صدر مقام ہے ۔ یہ ایک سرد اور صحت افزا شہر ہے ۔ پھلوں کی

منڈی ہے۔ یہاں ایک یونیورسٹی بھی ہے۔ یہاں سے اِیران اور افغانستان کو راستے جاتے ہیں۔ کوئٹہ کی آبادی 0.56 مِلین تھی۔

اسلام آباد راولپنڈی سے شمال کی جانب پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر اسلام آباد جدید طرز پر بنا ہوا اِیک بہت صاف ستھرا شہر ہے۔ سارا شہر ایک باقاعدہ منصوبہ بندی سے بنایا گیا ہے۔ اسلام آباد کو پاکستان کے دارالحکومت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ صدر مُملکت اور وزیراعظم کی رہائش گاہوں، سُپریم کورٹ اور دیگر سرکاری دفتروں، بیرونی ممالک کے سفارت خانوں اور نجی اداروں کی عمارتیں قابل دید ہیں۔ اسلام آباد ایک خُوبصُورت اور پُر فضا علاقے میں واقع ہے۔ یہاں کئی سرسبز پارک، تفریح گاہیں اور کھیل کود کے میدان ہیں۔ فضائی اور بحری افواج کے ہیڈکوارٹرز بھی یہاں پر ہیں۔ ایک بین الاقوامی ہوائی اڈے کے علاوہ یہاں تین یونیورسٹیاں بھی قائم ہیں۔ قریب ہی دامن کوہ اور راول ڈیم واقع ہیں۔ یہاں پر ایک ریلوے ورکشاپ اور ریلوں کے ڈبے بنانے کی فیکٹری اور سیمنٹ بنانے کے کارخانے کے علاوہ اور بھی کئی کارخانے ہیں۔1998ء کی مردم شُماری کے مطابق اسلام آباد کی آبادی 0.799 ملین تھی پاکستان کے بڑے شہروں کی آبادی کئی گنا بڑھ گئی تھی۔

مختلف صُوبوں کے لوگوں کے درمیان تعلُّقات پاکستان کے چار صوبے ہیں مگر ملک اور قوم ایک ہیں۔ سینکڑوں برس سے لوگ اپنے اپنے صوبوں میں رہتے چلے آئے ہیں۔ آج کل تجارتی اور کاروباری کاموں کی وجہ سے ایک صوبے کے لوگ دوسرے صوبوں میں آتے جاتے رہتے ہیں، اس طرح مختلف صوبوں کے لوگوں کے درمیان بڑے قریبی تعلُّقات ہیں۔ ایک صوبے کی پیداوار کی دوسرے صوبے کے لوگوں کو ضرورت رہتی ہے، اِس لیے بھی آپس میں میل جول زیادہ ہے۔ سب صُوبوں کے لوگ مل جُل کر برادرانہ طور پر اپنے مسائل حل کرتے ہیں۔ اکثر معاملات ایسے ہیں جن میں آپس کا تعاون ضروری ہے۔ مثلاً پاکستان کا دریائے سندھ سرحد اور پنجاب سے ہو کر صُوبہ سندھ میں جاتا ہے۔ بلوچستان میں گیس پیدا ہوتی ہے جو کراچی، لاہور، پشاور میں استعمال ہوتی ہے۔ پھل اور میوہ جات سرحد اور بلوچستان میں بکثرت پیدا ہوتے ہیں تو غلّہ دُوسرے صوبے کے لوگوں کی محنت کا نتیجہ

ہوتا ہے۔ اس طرح پاکستان کے مختلف صوبوں کے لوگ ایک دوسرے سے قریبی تعلقات قائم کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس لیے مختلف صوبوں کے لوگوں کے تعلقات آپس میں برادرانہ اور پرخلوص ہیں۔ آخر کیوں نہ ہوں، ہم سب پاکستانی ہیں۔ ایک قوم ہیں۔

پاکستان میں سیاحت ہمارا ملک بہت خوبصورت ہے۔ جغرافیائی، تاریخی اور ثقافتی لحاظ سے پاکستان کو دنیا میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ دنیا کی بلند ترین کئی پہاڑی چوٹیاں یہاں ہیں۔ یہاں کے بعض پہاڑ سال بھر برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ جنوبی ایشیا کی تاریخ پر مسلسل اثر انداز ہونے والا مشہور درہ خیبر بھی پاکستان میں ہے۔ قدیم تہذیبوں اور مذہبوں کے مراکز مثلاً موہنجوڈرو، ہڑپہ، لاہور، ٹیکسلا، حسن ابدال، تخت بائی، سوات، چارسدہ اور پشاور بھی پاکستان میں ہیں۔ ان تہذیبوں سے متعلق چند بڑے بڑے عجائب گھر بھی پاکستان میں ہیں۔ جنوبی ایشیا پر مسلمان حکمرانوں کی عظیم الشان یادگاریں مثلاً مساجد، قلعے، مزارات اور تفریح گاہیں بھی یہاں ہیں۔ گرم پانیوں کے ایک طویل ساحل سمندر کے علاوہ یہاں اندرون ملک کئی بڑی بڑی جھیلیں ہیں۔ پاکستان کے شمالی پہاڑی علاقے اور مقامات قدرتی حسن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ یہاں کے جنگلوں، صحراؤں، دریاؤں اور جھیلوں میں بعض نایاب پرند و چرند پائے جاتے ہیں۔ قدرت کی فیاضیوں کے علاوہ ہمارے عظیم کھلاڑیوں، دستکاروں اور فنکاروں نے بھی پاکستان کی عظمت اور شہرت میں بے اندازہ اضافہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف ذوق و شوق رکھنے والے لوگ مثلاً کوہ پیما، مُہم جو، شکاری، کھلاڑی، تاریخ دان، آثارِ قدیمہ کے ماہرین، نوادرات کے شوقین، مذہبی مقامات کے زائرین اور تاجر وغیرہ پاکستان آتے ہیں۔

سیاحت کو ترقی دینے کے لیے حکومت نے محکمہ سیاحت قائم کیا ہے۔ یہ محکمہ سیاحوں کو سہولتیں مُہیّا کرتا ہے۔ سیاحت سے ملک میں زرمبادلہ آتا ہے۔ ہمیں سیاحوں کے ساتھ اچھا سلُوک کرنا چاہیے تاکہ ہمارے ملک کی شُہرت اور نیک نامی میں اور بھی اضافہ ہوسکے۔

سوالات

1۔ مردم شماری سے کیا مراد ہے؟
2۔ پاکستان کے لوگوں کے اہم پیشے کون سے ہیں؟
3۔ آبادی کے لحاظ سے پاکستان کے تین بڑے شہر کون کون سے ہیں؟
4۔ ملتان، اسلام آباد اور پشاور کیوں مشہور ہیں؟
5۔ پاکستان فضائیہ کا ہیڈ کوارٹرز کہاں ہے؟
6۔ پاکستان میں سیاحوں کی دلچسپی کن وجوہات کی بنا پر ہے؟

عملی کام

1۔ پاکستان کے نقشے کے خاکے میں ان حصوں میں رنگ بھریں جہاں آبادی زیادہ ہے۔
2۔ پاکستان کے کسانوں، دست کاروں، محنت کشوں اور ماہی گیروں کی تصویریں اخباروں یا رسالوں سے کاٹ کر اپنی کاپی میں چپکائیے۔
3۔ پاکستان کے مختلف علاقوں کے بچوں کی تصویریں جمع کیجیے۔
4۔ پاکستان میں تاریخی قلعوں کی تصویریں جمع کریں۔

گیارھواں باب

وَطَن کی سلامتی

پاکستان ہمارا پیارا وَطَن ہے ۔ ہم سب پاکستانی ہیں ۔ ہمارے گھر، گلی کوچے ، میدان ، مسجد ، کھیت ، سکُول ، بازار ، کارخانے ، دریا اور پہاڑ وغیرہ سب کچھ یہاں ہیں ۔ پاکستان مضبُوط اور مستحکم ہوگا ، تو ہم سب امن اور آرام سے ہوں گے ۔ ملک ترقی کرے گا اور لوگ خوشحال ہونگے ۔

ہمارے اِتّحاد اور ملک کی سلامتی کو جِن باتوں سے نُقصان پُہنچ سکتا ہے ، ہمیں ان سے سختی سے اجتناب کرنا چاہیے ۔ دُشمن یا اس کے ایجنٹوں کی چالبازیوں سے ہوشیار رہنا چاہیے ۔ ملکی سلامتی اور حفاظت کے لیے ہمیں حکومت کے متعلقہ اداروں اور افواجِ پاکستان سے مکمل تعاون کرنا چاہیے ۔

افواہیں بے بُنیاد خبر کو افواہ کہا جاتا ہے ۔ اہم قومی لیڈر ، اِدارے یا مذہبی فِرقے کے بارے میں اِس غرض سے جھوٹی اور بے بُنیاد خبریں پھیلانا جن سے ملک اور قوم کو نُقصان پُہنچے ، افواہیں پھیلانے کا عمل ہے ۔ افواہوں پر اگر یقین کرلیا جائے تو اس سے لوگوں میں خوف ، بے یقینی یا نفرت پیدا ہوتی ہے ۔ ان کا عزم اور حوصلہ پست ہوجاتا ہے ۔ بے اتّفاقی پیدا ہونے کی وجہ سے ان میں یکجہتی اور اتحاد نہیں رہتا ہے ، اِس لیے ملک کمزور ہوجاتا ہے ۔

جنگ کے دوران مخالف ملک کے شہریوں کو خوف زدہ اور مایوس کرنے کے لیے خاص طور پر افواہیں پھیلائی جاتی ہیں ۔ مثلاً کسی اہم جنگی محاذ پر دشمن کی فتح کی جھوٹی خبر ، کسی اہم شہری علاقے میں دشمن کی چھاتہ فوج کی آمد ، کسی بڑے فوجی جرنیل کی گرفتاری ، فوجی دستوں کا ہتھیار پھینکنا یا ان کا لڑنے سے اِنکار وغیرہ ۔ عوامی عزم اور قومی اتحاد کو کمزور کرنے کے لیے سیاسی ، مذہبی اور نسلی اِختلافات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ سیاسی اور مذہبی

راہنماؤں کے متعلق بے بنیاد باتیں گھڑی جاتی ہیں۔ دُشمن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح قوم میں افراتفری اور پھوٹ پیدا ہو تاکہ ہم کمزور ہو جائیں۔ بغیر تحقیق کے اور بِلا سوچے سمجھے اگر اِس قسم کی جھوٹی اور غلط خبروں پر ہم اعتبار کریں تو اِس سے ہمارے ملک کی سلامتی، اِستحکام اور اتحاد کو زبردست نُقصان پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں سُنی سُنائی باتوں پر کبھی بھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ غیر ذمہ دار یا ملک دشمن لوگوں کو افواہیں پھیلانے سے روکنا چاہیے۔ افواہ سازوں پر کڑی نظر رکھنی چاہیے اور ان کے بارے میں پولیس کو اطلاع دینی چاہیے۔

مُلکی حفاظت اور دفاع پاکستان کی حفاظت اور دفاع میں ہم اس طرح حِصّہ لے سکتے ہیں کہ ملک کے اندر مکمل امن و امان قائم رکھیں، قانُون کی پابندی کریں، حکومت کی ہدایات پر عمل کریں۔ اپنے اپنے کام کاج اور فرائض کی طرف بھرپُور توجہ دیں۔ جنگ کے دوران پولیس، قومی رضاکاروں، شہری دفاع اور خاص طور پر دفاعی افواج سے مکمل تعاون اور ان کی مدد کریں۔ ملک کی سرحدی، فضائی اور سمندری حدُود کی حفاظت اور دفاع بنیادی طور پر افواجِ پاکستان کی ذِمہ داری ہے۔ مضبُوط اور مؤثر دفاع کی خاطر افواجِ پاکستان کی تشکیل مندرجہ ذیل طریقے سے کی گئی ہے:

بری فوج سرزمینِ پاکستان کو دُشمن کے حملوں سے محفُوظ رکھنا اور زمینی محاذ پر اس کا مؤثر مقابلہ کرنا پاکستان آرمی (بری فوج) کی ذِمہ داری ہے۔ اس مقصد کے لیے فوج کے پاس قسم قسم کے ٹینک، توپ، مشین گن اور دوسرے ہتھیار ہوتے ہیں۔ بری فوج کا صدر دفتر راولپنڈی میں ہے۔ فوج میں جوانوں اور افسروں کی بھرتی و تربیّت، جنگی ساز و سامان کی فراہمی، فوجی تنصیبات اور چھاؤنیوں وغیرہ کی مرمت اور نگرانی وغیرہ کا اِنتظام اِسی دفتر سے ہوتا ہے۔ کاکُول، اور کوئٹہ میں فوجی افسروں کے لیے تربیتی اِدارے قائم ہیں۔
پاکستانی فوج کا سب سے بڑا افسر "چیف آف آرمی سٹاف" کہلاتا ہے۔ عُہدہ (رینک) کے لحاظ سے وہ جنرل ہوتا ہے۔ بے مِثل شُجاعت اور جان نثاری کے کارناموں کی وجہ سے ہماری



بری فوج دُنیا بھر میں مشہور ہے۔

فضائیہ | ملک کی فضاؤں کی حفاظت کی ذِمہ داری فضائیہ (پاکستان ائرفورس) کی ہے۔ فضائیہ کے پاس لڑاکا اور بمبار طیارے، راکٹ اور بم ہوتے ہیں۔ دُشمن کے جنگی طیاروں کا مقابلہ کرنے کے علاوہ فضائیہ بہ وقت ضرورت بری اور بحری فوج کی بھی مدد کرتی ہے۔ فضائیہ کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔ مختلف شعبوں کے لیے موزوں جوانوں کی بھرتی اور تربیّت، جنگی طیاروں اور ساز و سامان کی خرید و دیکھ بھال کا انتظام اس دفتر سے ہوتا ہے۔ ہوا بازوں (پائلٹ) کی تربیت کا اِدارہ رسالپور (نوشہرہ) میں ہے۔ ہمارے ائرفورس کا اعلیٰ ترین افسر "چیف آف ائر سٹاف" کہلاتا ہے۔ عُہدہ (رینک) کے لحاظ سے وہ عموماً ائر چیف مارشل ہوتا ہے۔ مہارت اور اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے ہماری فضائیہ کو اپنے سے کئی گُنا زیادہ دُشمن پر ہمیشہ برتری حاصل رہی ہے۔

بحریہ | پاکستان کے سمندروں کی حفاظت ہماری بحریہ (پاکستان نیوی) کرتی ہے۔ بحریہ سمندری محاذ پر دشمن کا مقابلہ کرتی ہے اور اسے مار بھگاتی ہے۔ اس غرض کے لیے بحریہ کے

پاس مختلف تباہ کُن بحری جہاز اور آبدوزیں وغیرہ ہوتی ہیں ۔ پاکستان نیوی کا صدر دفتر بھی اسلام آباد میں ہے ۔ نیوی کے مختلف شعبوں کے لیے جوانوں کی تربیت کراچی میں ہوتی ہے ۔ بحریہ کا سب سے بڑا افسر " چیف آف نیول سٹاف " ہوتا ہے ۔ عُہدہ (رینک) کے لحاظ سے وہ عموماً ایڈمرل ہوتا ہے ۔ زمانۂ امن میں ہمارے نیوی کے جنگی جہاز دوسرے دوست ممالک کے ساتھ تربیتی مشقیں کرتے ہیں ۔

جدید ترین ہتھیاروں ، گولہ بارود اور ساز و سامان سے لیس ہماری دفاعی افواج کی مدد کے لیے حکومت نے کچھ نیم فوجی دستے اور محکمے بھی قائم کیے ہیں ۔ ان میں سرفہرست فرانٹیئر کور کے مختلف دستے یا سکاؤٹس ہیں ۔ سکاؤٹس کے دستے مختلف قبائلی نوجوانوں پر مُشتمل ہوتے ہیں اور ان کی تربیت فوجی قواعد کے مطابق کی جاتی ہے ۔ فرانٹیئر کور کے جوان ہلکے ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں ۔ یہ زیادہ تر ہماری مغربی بین الاقوامی سرحد (ڈیورنڈ لائن) کی نگرانی کا کام کرتے ہیں ۔ ہنگامی صورت حال میں مسلح افواج فوراً ان کی مدد کو پہنچتی ہیں ۔ قبائلی علاقوں کے اندر امن و امن قائم رکھنے کی ذمہ داری بھی فرانٹیئر کور کی ہے ۔ہماری مشرقی سرحدوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لیے رینجرز کے دستے متعیّن ہیں ۔ سرحدی صورتحال ان سے قابو نہ ہوسکے تو فوجی دستے فوراً وہاں پہنچ جاتے ہیں ۔ ملک کے اندر امن و امان قائم رکھنا زیادہ تر محکمہ پولیس کی ذمہ داری ہے ۔ باقاعدہ پولیس کا عملہ واقعات پر قابو نہ پاسکے ، تو ان کی مدد کے لیے اڈیشنل پولیس یا قومی رضاکاروں کے دستے بھیجے جاتے ہیں ۔ صُوبہ سرحد میں بعض قبائلی عِلاقوں کا اِنتظام صوبائی حکومت کی ذمہ داری ہے ۔ اِن عِلاقوں کو سرحدی علاقے (فرانٹیئر ریجنز) کہتے ہیں اور ان میں امن و امان قائم رکھنے کی ذمہ داری فرانٹیئر کنسٹیبلری کی ہے ۔ اپنے اپنے مخصوص فرائض منصبی کے علاوہ فرانٹیئر کور ، فرانٹیئر کنسٹیبلری اور رینجرز کے دستے ملک میں امن و امان قائم رکھنے کے لیے ضرورت کے وقت پولیس کی مدد بھی کرتے ہیں ۔

ممنوعہ اشیا کو چوری چھپے ملک کے اندر لانے یا باہر لے جانے کو روکنے کے لیے

محکمہ کسٹمز قائم ہے۔ کسٹمز کے اہلکاروں کے پاس بھی ہلکے ہتھیار ہوتے ہیں اور وہ ممنوعہ اشیا، منشیات وغیرہ میں ملوث اشخاص (سمگلرز) پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ ان کو پکڑتے ہیں اور قانون کے مطابق ان کو جرمانے اور سزائیں دلواتے ہیں۔

ہمارے ساحلوں کے قریب آمدورفت کی نگرانی اور مشکوک جہازوں، لانچوں، کشتیوں وغیرہ کی پکڑ دھکڑ کے لیے کوسٹ گارڈز کا عملہ متعین ہے۔ کوسٹ گارڈز حالات کو نہ سنبھال سکیں، تو بحریہ کے جوان فوراً ان کی مدد کو پہنچ جاتے ہیں۔

ملک کے دفاع میں مدد دینے کے لیے کالجوں میں طلبا اور طالبات کو نیشنل کیڈٹ کور اور ویمن گارڈز کے طور پر ابتدائی فوجی تربیت دی جاتی ہے۔

شہری دفاع پرانے زمانے میں دو ملکوں کے درمیان جنگ ہوتی، تو آبادی سے دُور کسی



شہری دفاع کے رضاکار آگ بجھا رہے ہیں۔

کھلے میدان میں ان کی فوجیں آمنے سامنے ہوکر لڑائی لڑتیں۔ اس طرح فتح و شکست وہاں ہی پر ہوجاتی۔ موجودہ دوز میں ایسا نہیں ہوتا۔ جدید جنگی طیاروں، میزائیلوں، راکٹوں اور دور تک مار کرنے والی توپوں کی وجہ سے تقریباً تمام ملک میدان جنگ بن جاتا ہے۔ اہم شہر، صنعتی تنصیبات، بجلی گھر، آبی ذخائر، پُل، ریلوے جنکشن، سکول، ہسپتال وغیرہ دشمن کی بمباری یا گولہ باری کا نشانہ بنتے ہیں۔ لڑائی کے دوران فوجی جوان اپنے محاذوں یا مورچوں میں ہوتے ہیں۔ ان کے لیے شہری اِملاک کی حفاظت کرنا مشکل ہوتا ہے، اس لیے جنگ کی تباہ کاریوں پر قابو پانے اور اپنی حِفاظت خُود کرنے کی تربیت حاصل کرنا ہر صحت مند شہری کے لیے ضروری ہوگیا ہے۔ اس مقصد کے لیے حکومت نے شہری دفاع کا محکمہ قائم کیا ہے۔ اس محکمے کی شاخیں ہر بڑے شہر اور صنعتی علاقے میں موجود ہیں۔ یہ محکمہ رضاکار افراد کو مختلف ہنگامی صورت حال پر قابو پانے کی تربیت دیتا ہے۔ مثلاً جنگ کے دوران عام شہریوں میں نظم و ضبط برقرار رکھنا، بمباری کی وجہ سے لگنے والی آگ پر قابو پانا، زخمی یا آگ اور ملبے میں پھنسے ہوئے لوگوں کو باہر نکالنا، شہری اور فوجی اِملاک اور اہم تنصیبات کی حِفاظت کرنا، ٹریفک، بجلی، پانی، اور اشیائے خوراک جیسی اہم ضروریات کی بحالی کو یقینی بنانا۔ اِن مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے شہری دفاع کے رضاکاروں کو اپنی حِفاظت کے لیے ہلکے ہتھیار استعمال کرنے، گرینیڈ اور بارودی سُرنگ (زیرزمین بم) ناکارہ بنانے، ابتدائی طبی امداد پہنچانے اور دیگر ضروری اُمور سنبھالنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ ہم سب کو خود اپنی حِفاظت اور فوجی بھائیوں کے ساتھ تعاون کے لیے شہری دفاع کی تربیت حاصل کرنی چاہیے۔

بڑے شہروں میں شہری دفاع کے سربراہ کو چیف وارڈن کہتے ہیں۔ اِس کے ماتحت مختلف علاقوں (سیکٹرز) کے سربراہ کو وارڈن کہا جاتا ہے۔

فائر بریگیڈ: آگ بُجھانے والے عملہ کو انگریزی زبان میں فائر بریگیڈ کہتے ہیں۔ جلتی دیا سلائی کو بے احتیاطی سے اِدھر اُدھر پھینکنے یا چولھے میں جلتے ایندھن کے باہر گرنے سے

آگ لگ جاتی ہے۔ بجلی، گیس یا تیل وغیرہ سے چلنے والے آلات و اوزار کے غلط استعمال یا ان میں کسی خرابی کی وجہ سے بھی آگ لگ جاتی ہے۔ شہر کے گنجان رہائشی علاقوں، بازاروں یا کارخانوں میں آگ کے شعلوں پر فوراً قابو نہ پایا جائے تو یہ پھیل کر آس پاس کے مکانوں، دکانوں اور گوداموں وغیرہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اس طرح آگ سے بہت جانی و مالی نقصانات ہوتے ہیں۔

آگ پر قابو پانے کے لیے بڑے بڑے شہروں، چھاؤنیوں اور ہوائی اڈوں پر حکومت نے تربیت یافتہ فائر بریگیڈ مقرر کیے ہیں۔ آگ بُجھانے کے لیے ضروری ساز و سامان سے لیس فائر بریگیڈ والے دن رات بیدار و تیار رہتے ہیں۔ اطلاع ملنے پر یہ فوراً موقع پر پہنچتے ہیں اور آگ بُجھانے کا کام شروع کرتے ہیں۔ آگ اور دھویں میں پھنس کر اندر رہ جانے والے زخمی یا معذور افراد کو بھی حِفاظت سے نکالنے کا انتظام کرتے ہیں۔

فائر بریگیڈ کا عملہ بہت خطرناک اور نازک صورت حال میں بڑی جرأت سے کام کرتا ہے۔ ہمیں ان کی ہدایات پر مکمل عمل کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ بھرپور تعاون بھی کرنا چاہیے۔

قومی رضاکار رضاکار عام طور پر اُن لوگوں کو کہا جاتا ہے جو اپنی مرضی سے بغیر معاوضے کے کوئی کام سرانجام دیں، اور قومی رضاکار وہ لوگ ہیں جو قومی خدمت کے لیے رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کریں۔ یہ ایک قابلِ تعریف جذبہ ہے۔ قومی رضاکار اس مقصد کے لیے تربیت بھی حاصل کرتے ہیں۔

قومی رضاکاروں کی تربیت کے لیے پولیس کا ایک علیحدہ عملہ ہے۔ قومی رضاکار سکیم پولیس کی مدد کے لیے بنائی گئی ہے۔ پولیس کی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہیں اور عملہ کم ہے۔ جب امن و امان خطرے میں ہو تو پولیس پر کام کا دباؤ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر قومی رضاکار پولیس کی مدد کرتے ہیں۔ اِن لوگوں کو باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ وردی بھی دی

جاتی ہے ۔ شانوں پر پولیس کی بجائے قومی رضاکار لکھا ہوا ہوتا ہے ۔ پولیس کے تمام قاعدوں پر انھیں عمل کرنا ہوتا ہے لیکن انھیں معاوضہ برائے نام ملتا ہے ۔ رضاکاروں کے علاقائی افسر کو ڈسٹرکٹ کمانڈر کہتے ہیں جو ڈِپٹی سُپرنٹنڈنٹ پولیس ہوتا ہے ۔ اس کے ماتحت کمپنی کمانڈر، پلاٹون کمانڈر اور سیکشن کمانڈر ہوتے ہیں جن کے عُہدے اِنسپکٹر، سب اِنسپکٹر اور اسٹنٹ سب انسپکٹر کے برابر ہوتے ہیں ۔ قومی رضاکار ملک کی اہم خدمت انجام دیتے ہیں ۔

مختلف سرکاری محکموں سے تعاون حکومت انتظامی سہولت کے لیے ملک کے مختلف کاموں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیتی ہے ۔ یہ شعبے وزیروں کے سپرد کیے جاتے ہیں جن کی نگرانی میں مختلف محکمے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں ۔ یہ لوگ ہمارے تعاون کے بغیر کام نہیں کر سکتے ۔ ہم ٹیکس ادا کرتے ہیں ۔ کسان مالیہ دیتا ہے ۔ صنعت کار اپنے نفع میں سے کچھ ٹیکس دیتا ہے ۔ یہ سب سرمایہ مل کر قومی خزانہ کہلاتا ہے ۔ اگر ہم سب لوگ اپنی ذمے داریاں پورے طور پر اور ایمانداری سے انجام دیں تو حکومت کو ملکی نظام چلانے میں دُشواری نہیں ہوتی ۔ ہمیں حکومت کے تمام محکموں سے تعاون کرنا چاہیے ۔ ایک اچھے شہری کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی ذمے داریاں پوری کریں ۔ مثلاً محکمہ صحت ہدایت کرتا ہے کہ لوگ گندگی نہ پھیلائیں، گلی سڑی چیزیں نہ کھائیں، خوراک میں ملاوٹ نہ کریں، مُہلک امراض میں مبتلا مریضوں کی اطلاع محکمہ صحت کو دیں ۔ ان سب باتوں میں اگر ہم محکمے سے تعاون کریں، تو ظاہر ہے کہ فائدہ ہم ہی کو ہوگا ۔ اسی طرح محکمہ تعلیم بچوں کی تعلیم کے علاوہ بڑی عمر کے لوگوں کو بھی لکھنا پڑھنا سکھانا چاہتا ہے ۔ ملک کے اندر بہت سے سکول اور تعلیم بالغان کے مرکز قائم ہیں ۔ اَب اگر لوگ اِن سے فائدہ نہ اُٹھائیں تو نقصان انھی کا ہوگا ۔ طلبا اپنے فارغ وقت میں اَن پڑھ لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھا کر ملک و قوم کی خدمت کر سکتے ہیں ۔ ملک کے قوانین کی پابندی کر کے ہم پولیس کے محکمے سے تعاون کر سکتے ہیں ۔ اس طرح بروقت ٹیکس ادا کر کے ہم محکمہ مال سے تعاون کرتے ہیں ۔ اگر ہم غور کریں تو سرکاری محکموں سے تعاون کر

کے ہم اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

پولیس سے تعاون پولیس کا محکمہ شہریوں کی حفاظت کرتا ہے اور چوروں، ڈاکوؤں اور قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزائیں دلواتا ہے۔ پولیس کا محکمہ صوبائی حکومتوں کے ماتحت ہوتا ہے۔ اس کا افسر اعلیٰ انسپکٹر جنرل پولیس کہلاتا ہے۔ ٹریفک پولیس کا شعبہ سڑکوں پر ٹریفک کی نگرانی کرتا ہے۔ پولیس ہماری محافظ ہے۔ ہمیں پولیس کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ پولیس کے ساتھ سب سے بڑا تعاون یہ ہے کہ ہم سب قانون کی پابندی کریں۔ ملک دشمن یا جرائم پیشہ اور ناجائز کاروبار کرنے والوں کے متعلق پولیس کو مطلع کریں۔ ٹریفک کے قوانین کی پابندی کریں۔ اسی میں ہماری مال و جان کی سلامتی ہے۔

ٹریفک قوانین سڑکوں اور شاہراہوں پر موٹر کاروں، بسوں، ٹرکوں، ویگنوں، ٹانگوں، سائیکل سواروں اور پیدل چلنے والوں کی آمدورفت کو انگریزی زبان میں ٹریفک کہا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کی آبادی بڑھنے کی وجہ سے ٹریفک بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ شہروں کی سڑکوں اور شاہراہوں پر آمدورفت کو منظّم اور محفُوظ بنانے کے لیے محکمہ پولیس نے خاص قوانین بنائے ہیں جنھیں ٹریفک قوانین کہا جاتا ہے۔

ان قوانین کی روشنی میں ہر ڈرائیور پر لازم ہے کہ وہ سڑک کے بائیں نصف حصے میں اپنی گاڑی چلائے۔ مقرّرہ مُقامات کے علاوہ گاڑی بالکل نہ روکے۔ تیز رفتاری نہ کرے۔ آگے جانے والی گاڑیوں سے بلاوجہ سَبقت لینے کی کوشش نہ کرے۔ سواریوں والی گاڑیاں میں زیادہ سواریاں نہ بٹھائے۔ بس کی کھڑکیوں، زینے یا چھت پر کسی کو نہ بٹھائے۔ چوراہوں کو پار کرتے وقت ٹریفک کی بتیوں (سگنل) اور پولیس کی ہدایات پر سختی سے عمل کریں۔ سڑک پار کرتے وقت دائیں بائیں دیکھیں اور اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ گاڑیوں کی آمدورفت رُکی ہے۔

پیدل چلنے والوں کے لیے لازم ہے کہ وہ سڑک کے کنارے بنے ہوئے دائیں کنارے

والی فُٹ پاتھ پر چلیں ۔ اگر فُٹ پاتھ نہ ہوتو سڑک کے اِنتہائی دائیں کنارے پر چلیں ۔

ہمیں سڑکوں پر کھیلنے یا کوئی رُکاوٹ پیدا کرنے سے ٹریفک کی آمدورفت میں رُکاوٹ پیدا نہیں کرنی چاہیے ۔ اگر ہم ٹریفک کے اصولوں کی پابندی کریں تو سڑکوں پر بہت سے حادثات سے بچ سکیں گے اور آمدورفت میں بھی ہمیں آسانی ہوگی ۔ ہمیں خُود بھی ٹریفک قوانین پر سختی سے عمل کرنا چاہیے اور دوسروں کو بھی اِن قوانین کی پابندی کرنے کی تاکید کرنی چاہیے۔ ایسا کرنے میں ہم سب کا فائدہ ہے ۔

پاکستان کی سلامتی کے لیے طلبہ کی خدمات ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ اپنے وطن سے محبت کرے اور اس کی سلامتی اور بقا کے لیے ہر وقت کوشش کرتا رہے ۔ طلبہ کو اپنے وطن سے اسی طرح محبت ہوتی ہے جس طرح بڑی عمر کے لوگوں کو ۔ طلبہ اور طالبات کے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ ہمارا مُلک کس نظریے کے تحت قائم ہوا ہے اور اس کی سلامتی اور ترقی کے لیے وہ کیا کرسکتے ہیں ۔ جو بچے آج پرائمری سکولوں میں پڑھتے ہیں وہ کل ہائی سکولوں ، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پہنچیں گے اور اپنی قوم کے بزرگوں کی جگہ لے کر اچھے شہری بنیں گے ۔ انھیں چھوٹی عمر سے شہری زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کام کرنا چاہیے ۔ مثلاً ہمارے طلبہ اور طالبات اپنے گھر ، سکول اور اپنے کمرۂ جماعت کی صفائی کی ذمہ داری لیں اور یہ کام خُود کریں ۔ اپنی گلی بھی صاف رکھنے کی کوشش کریں ۔ ذرا سی توجہ سے یہ سب مُقامات صاف ستھرے نظر آنے لگیں گے اور گندگی کے نقصانات سے سب محفوظ ہوجائیں گے ۔

گرمیوں کی چھٹیوں یا فارغ وقت میں اَن پڑھ لوگوں کو پڑھنا لکھنا سکھا کر علم کی روشنی پھیلائیں ۔ جہالت ہماری ترقی کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے ۔ اسے ہم سب مل کر دور کرسکتے ہیں ۔ طلبہ اور طالبات سکاؤٹ اور گرل گائیڈ بن کر ضرورت مند غریبوں کی مدد کرسکتے ہیں ۔ جوان ہونے پر شہری دفاع کی یا فوجی تربیت حاصل کریں ۔ زخمیوں اور مریضوں کے لیے خون کا عطیہ دیں ۔ اس سے اپنی تندرستی بھی خراب نہیں ہوتی اور دوسرے

انسانوں کی جان بھی بچ جاتی ہے۔ جوان طلبہ کے لیے یہ بڑی اُونچی اور قابلِ تعریف قربانی ہے۔ زندہ قوموں کے لیے ضروری ہے کہ اُن کا ہر فرد قوم کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہے۔

سوالات

1 - افواہیں پھیلانے سے ملک اور قوم کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے؟

2 - پولیس سے تعاون کے لیے ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

3 - پاکستان کی سلامتی اور بقا کے لیے طلبہ کیا خدمات انجام دے سکتے ہیں؟

4 - صفائی کے کیا کیا فائدے ہیں؟

5 - ہماری مسلح افواج کن تین شعبوں پر مشتمل ہیں؟

6 - فضائیہ جنگ کے دنوں میں کیا خدمات انجام دیتی ہیں؟

7 - پاکستان کی بحریہ کا صدر دفتر کہاں ہے؟

عملی کام

1 - پاکستانی افواج کی جو تصویریں اخبارات میں چھپتی ہیں، انھیں کاٹ کر البم بنائیں۔

2 - ٹریفک کے قواعد سیکھیں۔

3 - اپنے علاقے کے پولیس سٹیشن کا پورا پتہ اپنی کاپی میں لکھیے۔

بارھواں باب

ہمارے ملک کا انتظام

ملک کا آئین بچو! آپ چاہے کمرہ جماعت میں ہوں یا کھیل کے میدان میں، آپ کو کچھ قاعدوں کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ یہ قاعدے آپ کے سکول کا انتظام صحیح طور پر چلانے کے لیے بنائے گئے ہیں۔ سکول کے باہر بھی ہر اِدارے اور محکمے کے اِنتظام کے لیے قوانین ہوتے ہیں۔ ہر تحصیل، ضلع یا ڈویژن کا انتظام چلانے کے لیے قوانین موجود ہیں۔ اس طرح پورے ملک کے انتظام کی خاطر قوانین بنانے کے لیے جو بنیادی اصول بنائے جاتے ہیں، ان کے مجموعے کو ملک کا آئین یا دستور کہتے ہیں۔ اچھا آئین وہ ہوتا ہے جسے قوم کے نمایندے خود بنائیں۔ اِس میں ہر شخص کے لیے قانون کے اندر آزادی کی ضمانت ہو اور ملک اور قوم کی بھلائی کے لیے مددگار ہو۔

ہمارا وطن پاکستان 1947ء میں قائم ہُوا۔ اِس کے اِنتظام کے لیے قوم کے نمایندوں کو اپنا آئین بنانا چاہیے تھا لیکن نو برس تک ہمارا آئین نہ بن سکا۔ انگریزوں کا بنایا ہُوا قانون ہی ملک میں جاری رہا۔ آخر جب 1956ء میں ملک کا آئین بنا تو ابھی اس پر عمل بھی شروع نہیں ہوا تھا کہ وہ منسوخ کردیا گیا۔ پھر فیلڈ مارشل محمد ایّوب خان نے اپنی حکومت کے دور میں ایک دوسرا آئین بنایا جو ان کے دور تک چلتا رہا اور اس کے بعد جنرل آغا محمد یحییٰ خان کی فوجی حکومت بغیر کسی آئین کے مارشل لاء کی دفعات کے تحت چلتی رہی۔

ملک کا نیا آئین 1971ء میں نیا آئین بنانے کا کام آئین بنانے والی کمیٹی کے سُپرد کیا گیا جس نے اِتفاقِ رائے سے اپریل 1973ء میں ملک کا آئین منظور کیا۔ اس آئین پر 14 اگست 1973ء سے عمل شروع ہوا۔ آئین کے مطابق ہمارے ملک کا پورا نام "اِسلامی جمہوریۂ پاکستان" ہے، یعنی اس ملک میں اِسلام کو برتری حاصل ہے اور حکومت جمہوری ہے۔

ہمارا آئین جمہوری ، اِسلامی اور وفاقی ہے ۔ آئیے دیکھیں کہ 1973ء کے آئین میں ہمارا ملک اسلامی جمہوریہ اور آئین جمہوری ، اسلامی اور وفاقی کیوں کہلاتا ہے ۔

جمہوری ہمارے نئے آئین کے مطابق ہر شخص کو تقریر ، تحریر ، جائز تجارت اور پیشے کی پُوری آزادی ہے ۔ سب لوگوں کو یکساں قانونی حفاظت حاصل ہے ۔ ہر فرد کو مذہب کی آزادی ہے ۔ کم تعداد والے اُن فرقوں کو بھی جو پاکستان میں رہتے ہیں ، پورے حقُوق دیے گئے ہیں ۔ عورتوں کو مردوں کے برابر حقُوق حاصل ہیں ۔

اسلامی ہمارا ملک اور آئین اسلامی اس لیے کہلاتا ہے کہ اس میں اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے ۔ ملک کے صدر اور وزیرِاعظم کے لیے مسلمان ہونا ضرُوری قرار دیا گیا ہے ۔ ملک میں کوئی بھی قانون بناتے وقت یہ خیال رکھا جاتا ہے کہ وہ اسلام کے مطابق ہو ۔ حکومت نے قرآنِ پاک کی صحیح چھپائی کے لیے قانون بنایا ہے ۔ مسلمان بچّوں کے لیے اسلامیات کی تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے ۔ حج ادا کرنے کے لیے بھی زیادہ سے زیادہ سُہولتیں دی جارہی ہیں ۔ غرض یہ کہ ایسے انتظامات کیے گئے ہیں کہ مسلمان قرآن کریم کے اَحکامات اور رسُول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سُنّت اور ہدایات کے مطابق عمل کر سکیں ۔

وفاقی ہمارے آئین کے لحاظ سے پاکستان میں وفاقی طرزِ حکومت قائم ہے ۔ وفاق کا مطلب ہے کسی معاملے یا کام میں کسی فرد یا اِدارے کو فوقیت حاصل ہونا ۔

ہمارے ملک میں چار صوبے ہیں ۔ لوگوں کی بھلائی ، بہبُود اور صوبوں کی ترقّی کے لیے مختلف کام کرنا صوبائی حکومتوں کی ذِمہ داری ہے ۔ ہر صوبہ اپنے اندرونی معاملات اور ذِمہ داریوں کو سرانجام دینے کے لیے مکمل طور پر بااختیار ہے ۔ ہر صوبے کی اپنی اپنی قانون ساز اسمبلی اور حکومت ہے ۔ صوبائی سربراہ کو گورنر اور صوبے کی انتظامیہ کے سربراہ کو وزیرِ اعلیٰ کہتے ہیں ۔ تعلیم ، صحت ، مالیات ، زراعت ، آب پاشی ، پولیس ، جیل خانہ جات ، تعمیرات و مواصلات ، جنگلات ، اور خوراک و تجارت اہم صوبائی محکمے ہیں ۔

البتہ ایسے معاملات جن کا تعلق بحیثیتِ مجموعی سارے ملک سے ہو، یا ایسے اُمور جن سے تمام ملک کی سلامتی، استحکام اور ترقی وابستہ ہو، کو سرانجام دینے کے لیے وفاق کی تشکیل کی گئی ہے۔ یعنی مُشترک امور اور مفادات والی ذمہ داریاں وفاقی یا مرکزی حکومت کو سُونپ دی گئی ہیں۔

وفاقی یا مرکزی حکومت ملک کے تمام صوبوں اور قبائلی علاقوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ وفاقی ملازمتوں میں بھی تمام صوبوں اور قبائلی علاقوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے نمائندگی ملتی ہے۔ وفاقِ پاکستان کے سربراہ کو صدر، اور وفاقی حکومت کے سربراہ کو وزیراعظم کہا جاتا ہے۔ سارے ملک کے لیے قانون سازی کرنے والے ادارے کو قومی پارلیمنٹ کہتے ہیں۔ قومی سطح پر معاملات طے کرنے اور مختلف ذمہ داریاں سنبھالنے کے لیے وفاقی حکومت کی مندرجہ ذیل بڑی بڑی وزارتیں ہیں: دفاع، مالیات، امور خارجہ، امور داخلہ، امور قبائل و کشمیر، اطلاعات و نشریات، بیرونی تجارت، تعلیم، مذہبی امور اور حج، اوقاف، منصوبہ بندی، شہری ہوا بازی، ماحولیات، ریلوے، جہاز رانی، بجلی، ٹیلی فون، گیس، پٹرولیم وغیرہ۔

ملک بھر میں امن و امان قائم رکھنے، پاکستان کو ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے وفاقی اور صوبائی حکومتوں میں صلاح مشورے ہوتے رہتے ہیں۔ صوبائی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے مالی تعاون کے علاوہ وفاقی حکومت ان کی مناسب راہنمائی بھی کرتی ہے۔

قومی پارلیمنٹ (قومی اسمبلی اور سینیٹ) ہمارے ملک میں عوام کے منتخب نمائندوں کی جماعت کو قومی پارلیمنٹ کہتے ہیں۔ آئین کے مطابق قومی پارلیمنٹ دو ایوانوں پر مشتمل ہے۔ ایک کو قومی اسمبلی کہتے ہیں اور دوسری کو سینیٹ۔ قومی اسمبلی 342 ارکان پر مشتمل ہے جو بالغ رائے دہی کی بُنیاد پر عام انتخابات کے ذریعے منتخب ہوتے ہیں۔ انتظامی لحاظ سے قومی اسمبلی بہت اہم ہے۔ یہ قانون بناتی ہے۔ قانون میں تبدیلی کرتی ہے۔ ملک کے انتظام کی

نگرانی کرتی ہے۔ ملک کے سالانہ بجٹ کی منظوری دیتی ہے۔ قومی اسمبلی کے صدر کو سپیکر کہتے ہیں۔

پارلیمنٹ کے دوسرے ایوان یعنی سینٹ کے 100 ممبر ہیں۔ اس میں ہر صوبے کے 22 ممبر ہیں۔ قبائلی علاقوں سے 8 نمائندے، اور اسلام آباد کے وفاقی علاقے یعنی فیڈرل ایریا سے 4 نمائندے ہیں۔ سینٹ کو انتظامی امور یا نگرانی کے اختیارات نہیں مگر آئین میں ترمیم کے سلسلے میں قومی اسمبلی کے برابر حقوق حاصل ہیں۔ سینٹ کے صدر کو چیئرمین کہتے ہیں۔

ملک کا صدر آئین کے مطابق ملک کا ایک صدر ہے جو ملک کا سربراہ ہے۔ صدر کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے اور اس کی عمر 45 برس سے زیادہ ہونی چاہیے۔ صدر کا انتخاب وفاقی پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین کے مشترکہ اجلاس میں رائے شماری کے ذریعے ہوتا ہے۔ صدر اپنے فرائض کی انجام دہی وزیراعظم کے مشوروں کے مطابق کرتا ہے۔

وزیراعظم وزیراعظم وفاقی حکومت کا سربراہ ہوتا ہے۔ اُس کا انتخاب قومی اسمبلی کے ممبر کرتے ہیں۔ قومی اسمبلی میں جس پارٹی کے ممبر زیادہ ہوں، اس کا قائد وزیراعظم ہوتا ہے۔ وزیراعظم اس وقت تک اپنے عہدے پر قائم رہ سکتا ہے جب تک اُسے قومی اسمبلی کے ارکان کی اکثریت کی حمایت حاصل ہو۔

وزرا کی کونسل ملک کے انتظامی معاملات میں وزیراعظم کی مدد کے لیے وزرا کی ایک کونسل ہے۔ وزیروں کے ذِمے مختلف محکموں کی نگرانی ہے جیسے محکمۂ تعلیم، محکمۂ قانون، محکمۂ مالیات، محکمۂ دفاع، محکمۂ ریلوے و ٹرانسپورٹ، محکمۂ امورِ خارجہ، محکمۂ داخلہ، محکمۂ اطلاعات و نشریات اور محکمۂ مذہبی امور اور حج وغیرہ۔ وزیروں کا تقرر وزیراعظم کی سفارش پر ہوتا ہے۔ وہ اس وقت تک وزیر رہتے ہیں جب تک وزیراعظم کی مرضی ہو۔

سُپریم کورٹ ملک میں قانون کی پابندی کرانے کے لیے عدالتیں قائم کی جاتی ہیں۔ یہ عدالتیں تحصیل، ضلع اور صوبے کے صدر مقام میں ہوتی ہیں۔ اگر کسی شخص کے خلاف

چھوٹی عدالت کوئی فیصلہ کرے اور وہ شخص اس فیصلے سے مطمئن نہ ہو، تو وہ اُس سے بڑی عدالت میں اپیل کرتا ہے۔ ہر صوبے میں سب سے بڑی عدالت کو ہائی کورٹ کہتے ہیں۔ ان سب صوبائی عدالتوں کے اُوپر ملک کی سب سے بڑی عدالت ہے جسے سُپریم کورٹ کہتے ہیں۔

سپریم کورٹ کا ایک چیف جسٹس اور کئی جج ہوتے ہیں۔ اُن کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ چیف جسٹس کا تقرّر صدر مملکت کرتا ہے اور باقی ججوں کا تقرر چیف جسٹس کی رائے سے کیا جاتا ہے۔ سپریم کورٹ کے جج صاحبان کا تقرّر صوبائی ہائی کورٹوں کے اعلیٰ ججوں یا ملک کے مُمتاز وکلاء میں سے کیا جاتا ہے۔

سپریم کورٹ کا صدر مقام اسلام آباد ہے۔ اس کے علاوہ سپریم کورٹ کے اجلاس اُن جگھوں پر بھی ہوسکتے ہیں جنھیں چیف جسٹس مقرر کرے۔ سپریم کورٹ اُن اپیلوں کو سنتا ہے جو ہائی کورٹ کے فیصلوں کے خِلاف ہوں اور جن کے لیے ہائی کورٹ اجازت دے دے۔ سپریم کورٹ موت کی سزا کی اپیل بھی سُنتا ہے۔ عام لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کرنے کے عِلاوہ سپریم کورٹ صوبائی حکومتوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو تو اُسے بھی طے کرتا ہے۔ وفاقی حکومت کو اگر کبھی کسی معاملے میں کوئی رائے لینی ہو تو وہ سپریم کورٹ سے مشورہ کرتی ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے قطعی ہوتے ہیں۔ پاکستان کی تمام عدالتیں اور حُکومتی اِدارے وغیرہ سپریم کورٹ کے فیصلوں کی پابندی کرتے ہیں۔

وفاقی مُحتسِب کا اِدارہ پاکستان میں سرکاری محکموں سے بازپُرس کرنے کے لیے وفاقی مُحتسب کا ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ یہ ادارہ 1983ء میں قائم ہُوا۔ اِس کا نگران وفاقی محتسب کہلاتا ہے۔ یہ ایک عدالتی ادارہ ہے۔ اِس کی نمایاں خصوصیّت یہ ہے کہ یہاں ایک عام آدمی بھی کسی سرکاری محکمے سے متعلق اپنی شکایت آسانی سے داخل کرواسکتا ہے۔ شکایت داخل کرانے کی کوئی فیس بھی نہیں لی جاتی۔ البتہ شکایت جائز ہو تو فوری تفتیش شروع کردی جاتی ہے۔ فیصلہ کی صورت میں سرکاری محکمہ کو اپنی کارروائی دُرست کرنے کا پابند بنا دیا جاتا ہے۔

وفاقی مُحتسب کا صدر دفتر اسلام آباد میں ہے۔ اِس کے ذیلی دفاتر لاہور، کراچی، پشاور اور کوئٹہ میں ہیں۔

سوالات

1 ۔ ہمارے مُلک کا موجودہ آئین کب تیار ہوا؟
2 ۔ ملک کے آئین میں خاص خاص باتیں کیا ہیں؟
3 ۔ ہمارا ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کیوں کہلاتا ہے؟
4 ۔ سپریم کورٹ کے متعلق دس جملے لکھیے۔
5 ۔ وفاقی محتسب کے ادارے کی نمایاں خصوصیت کیا ہے؟

عملی کام

1 ۔ پاکستان کے پرچم کا خاکہ بنائیں اور اس میں رنگ بھریں۔
2 ۔ پاکستان کا قومی ترانہ کاپی میں خوش خط لکھیے۔

تیرھواں باب

آمدورفت اور مواصلات کے ذریعے

ملک کی ترقی کے لیے مواصلات اور آمدورفت کے ذریعے محفوظ، آرام دِہ اور موجودہ زمانے کی ضرورت کے مطابق ہونے چاہییں۔ تجارتی کاروبار بڑھ جانے کی وجہ سے پہلے کے مقابلے میں اب لوگ زیادہ سفر کرتے ہیں۔ ایک علاقے سے دوسرے علاقے کو تجارتی مال بھی زیادہ مقدار میں بھیجا جاتا ہے۔ اندرون ملک آمدورفت کے علاوہ ملک کے باہر بھی سفر کی ضرورت اور سامان کی درآمد برآمد بڑھ گئی ہے۔ دوسرے ملکوں سے لوگ یہاں سیروسیاحت کو آتے ہیں۔ ان سب ضروریات کی وجہ سے مواصلات اور آمدورفت کے ذریعوں کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ پاکستان میں آمدورفت اور مواصلات کے ذرائع مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ ریلوے 2۔ سڑکیں اور بسیں 3۔ ہوائی راستے اور ہوائی جہاز 4۔ سمندری جہاز 5۔ ریڈیو 6۔ ٹیلی فون 7۔ ٹیلی وژن، وغیرہ۔

ریلوے کا محکمہ | پاکستان میں محکمۂ ریلوے وفاقی حکومت کے تحت ہے۔ ریلوے کے متعلق تمام معاملات مثلاً ریلوں کی آمدورفت اور ٹائم ٹیبل، مسافروں کی سہولت، سامان کی خریداری، پلوں اور ریلوے لائن کی تعمیر، ریلوے ورکشاپ کی نگرانی اور حادثات کی تفتیش وغیرہ یہی محکمہ کرتا ہے۔ یہ محکمہ اپنا بجٹ بھی تیار کرتا ہے جو قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ پاکستان کے زرخیز علاقوں میں جہاں زمین ہموار اور آبادی گنجان ہے، ریلوے کی پٹڑیاں جال کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ لیکن پہاڑی علاقوں میں ریلیں کم ہیں، کیونکہ ایسے علاقوں میں ریل کی پٹڑی بچھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ محکمہ ریلوے کا صدر دفتر لاہور میں ہے۔

پاکستان کی سب سے بڑی ریلوے لائن پشاور سے کراچی تک جاتی ہے۔ یہ لائن نوشہرہ،

اٹک ، راولپنڈی ، لاہور ، ملتان ، روہڑی اور حیدر آباد ہوتی ہوئی کراچی پہنچتی ہے ۔ اس پر ڈیڑھ سو سے زیادہ چھوٹے بڑے ریلوے سٹیشن ہیں ۔ لاہور ملک کا سب سے بڑا جنکشن ہے ۔ یہاں ریلوے ورکشاپ بھی ہے جہاں ریل گاڑیاں تیار ہوتی ہیں ۔

کوئٹہ کے لیے لاہور سے ایک لائن جاتی ہے ۔ کراچی سے بھی ایک لائن براستہ سکھر ، درہ بولان سے گزر کر کوئٹہ کو جاتی ہے ۔ کوئٹہ سے دو ریلوے لائنیں پاکستان کی سرحد تک جاتی ہیں ۔ ایک لائن چمن کو جاتی ہے جو افغانستان کی سرحد کے قریب واقع ہے ۔ اس لائن کے ذریعے افغانستان سے خشک میوہ اور پھل آتے ہیں ۔ دوسری لائن ایران کے شہر زاہدان تک جاتی ہے ۔ چونکہ پاکستان کے تعلقات ایران اور ترکی سے برادرانہ ہیں ، اس لیے تجویز ہے کہ یہ لائن ترکی تک پہنچا دی جائے ۔ ملکی ضروریات کے پیش نظر مسافر گاڑیوں اور مال گاڑیوں کی تعداد بڑھا دی گئی ہے ۔ تیز رفتار گاڑیاں چلائی گئی ہیں جن میں طعام خانے کے طور پر استعمال کے لیے خاص ڈبے بھی ہوتے ہیں ۔ اعلیٰ درجے کے ڈبوں میں مشینوں (ایرکنڈیشنرز) کے ذریعے ٹھنڈک پیدا کی جاتی ہے ۔

چند اہم ریلوے سٹیشن | پاکستان ریلوے کو انتظامی سہولت کے لیے سات ڈویژنوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے ۔ ان کے صدر دفتر کراچی ، سکھر ، ملتان ، لاہور ، راولپنڈی ، پشاور اور کوئٹہ میں ہیں ۔ پاکستان ریلوے کے اہم سٹیشن پشاور کراچی لائن پر واقع ہیں ۔ ان میں پشاور ، راولپنڈی ، لاہور ، ملتان ، روہڑی ، حیدر آباد اور کراچی بڑے سٹیشن ہیں ۔

روڈ ٹرانسپورٹ اتھارٹی | پاکستان میں مسافروں اور تجارتی مال کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لانے لے جانے کے لیے بسیں ، ویگنیں اور ٹرک بھی استعمال ہوتے ہیں ۔ اس سروس کو روڈ ٹرانسپورٹ سروس کہا جاتا ہے ۔ اس کی نگرانی اور انتظام کے لیے ایک ادارہ ہے جسے روڈ ٹرانسپورٹ اتھارٹی کہتے ہیں ۔ اس ادارے نے بسوں کے ذریعے پورے علاقے میں آمدورفت کی آسانیاں پیدا کر دی ہیں ۔ یہ ادارہ روڈ ٹرانسپورٹ کی پوری نگرانی کرتا ہے اور

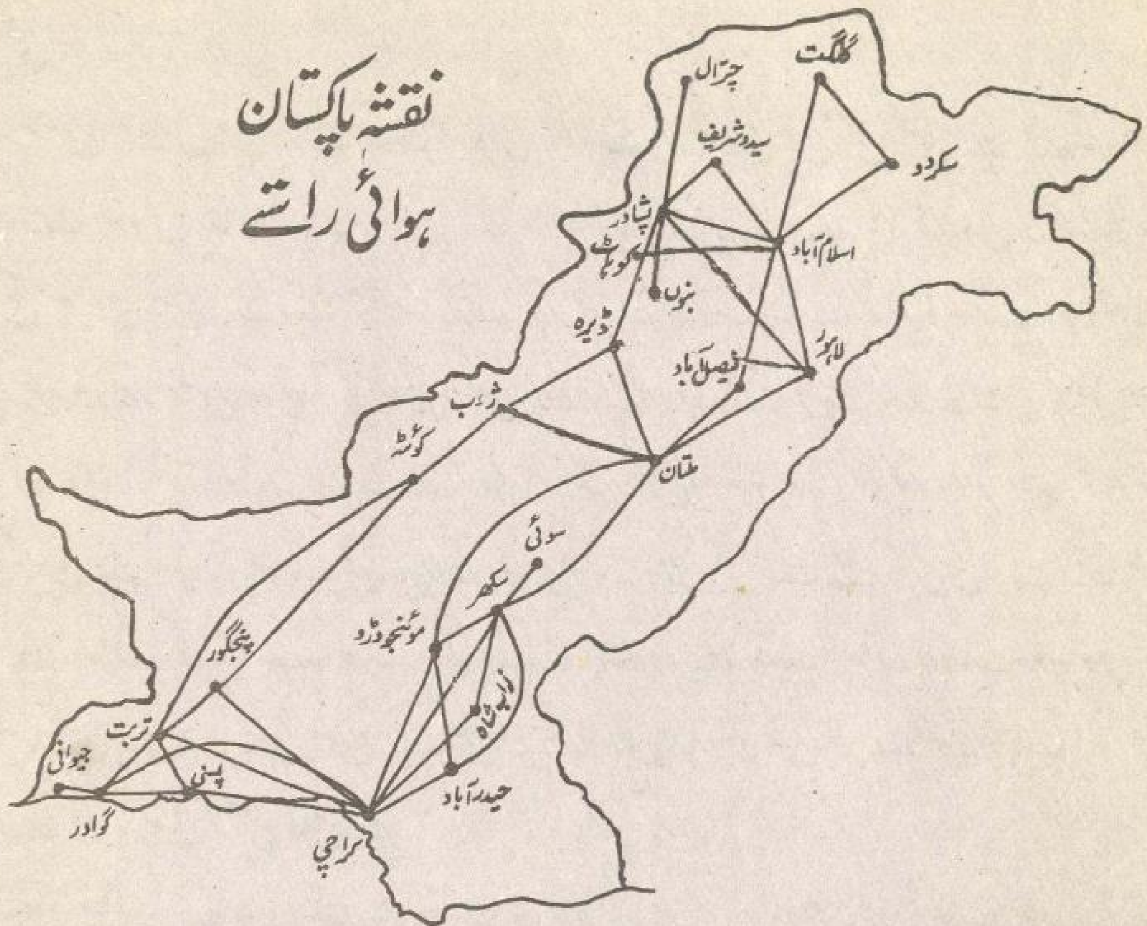
کرایہ بھی مقرر کرتا ہے۔

بعض صوبوں میں ٹرانسپورٹ سروس حکومت کی نگرانی میں بھی چلتی ہے جسے گورنمنٹ ٹرانسپورٹ سروس کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ زیادہ تر یہ کاروبار نجی کمپنیوں کے ہاتھ میں ہے۔ پکی سڑکوں میں سب سے مشہور سڑک تورخم سے براستہ پشاور، نوشہرہ، اٹک، راولپنڈی، جہلم، گجرات اور لاہور کو جاتی ہے اور اس کے آگے واہگہ کے قریب بھارت میں داخل ہوتی ہے۔ دوسری مشہور سڑک لاہور سے کراچی براستہ ملتان، بہاولپور، خیرپور اور حیدرآباد جاتی ہے۔ کراچی سے حیدرآباد تک ایک بہت عمدہ سڑک بنائی گئی ہے جسے سپرہائی وے کہتے ہیں۔ ایک اور سڑک کراچی سے کوئٹہ جاتی ہے۔ پشاور سے ایک سڑک کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان سے ہوتی ہوئی ایک طرف بلوچستان اور دوسری طرف صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ سے ہوتی ہوئی کراچی جاتی ہے

ان سڑکوں کے علاوہ ملک میں بہت سی اور پکی سڑکیں بھی ہیں جو مختلف شہروں کو آپس میں ملاتی ہیں۔ ان تمام سڑکوں پر بسیں، ویگنیں اور ٹرک ہر وقت چلتے رہتے ہیں۔

ریلوں میں جگہ کم ہونے کی وجہ سے لوگ عام طور پر کم فاصلے کا سفر بسوں یا ویگنوں میں کرتے ہیں۔ پہاڑی علاقوں میں جہاں ریل نہیں ہے، وہاں سفر کا واحد ذریعہ بسیں ہی ہیں۔ مثلاً ایبٹ آباد، مری، نتھیا گلی، کاغان، سوات، دیر، پارہ چنار وغیرہ۔

ہوائی سروس ہوائی جہاز سے سفر اب عام ہوگیا ہے۔ پاکستان میں اندرون ملک بڑے بڑے شہروں کے لیے ہوائی سروس موجود ہے۔ پاکستان کا دنیا کے اکثر ممالک سے ہوائی جہازوں کے ذریعے رابطہ قائم ہے۔ پاکستان کی اپنی ہوائی سروس ہے جسے پاکستان انٹرنیشنل ایرلائینز کارپوریشن (P.I.A.C.) کہتے ہیں۔ پی۔ آئی۔ اے کے پاس دنیا کے مشہور اور جدید قسم کے ہوائی جہاز ہیں۔ اس کا عملہ دنیا کے بہترین ہوائی عملے میں شمار ہوتا ہے۔ کراچی کا ہوائی اڈہ بہت وسیع ہے جہاں ہوا بازی کی تربیت اور ہوائی جہازوں کی مرمت وغیرہ کی تمام



جدید سہولتیں موجود ہیں۔ اس اڈے کا شمار دنیا کے بڑے اور مشہور ہوائی اڈوں میں ہوتا ہے۔ یہاں دنیا کے مختلف ملکوں سے بڑے بڑے ہوائی جہاز روزانہ آتے جاتے ہیں۔ دنیا کی مشہور ہوائی کمپنیوں کی شاخیں بھی کراچی میں ہیں۔

پی۔ آئی۔ اے کی ہوائی سروس ملک کے اندر بھی ہے اور ملک سے باہر دوسرے ملکوں کے لیے بھی۔ ملک کے اندر کراچی سے لاہور، اسلام آباد، پشاور اور کوئٹہ کے لیے روزانہ ہوائی سروسیں ہیں۔ لاہور، اسلام آباد اور پشاور سے کراچی کے لیے دن میں کئی مرتبہ ہوائی جہاز چلتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹی ہوائی سروسیں ہیں جو ملک کے مختلف مقامات کو آتی جاتی ہیں۔ بیرون ملک جانے کے لیے کراچی سے مشرق وسطیٰ، یورپ، افریقہ اور امریکہ کے کئی ممالک کے لیے ہفتے میں کئی مرتبہ پی۔ آئی۔ اے کی ہوائی سروس چلتی ہے۔ اس کے علاوہ بھارت، روس، نیپال، چین، جاپان، سری لنکا، سنگاپور، تھائی لینڈ، فلپائن، تاجکستان اور کئی دوسرے ممالک کے لیے بھی ہوائی سروس موجود ہے۔

ہمارے ملک میں بڑے ہوائی اڈوں مثلاً کراچی، لاہور، اسلام آباد، پشاور اور کوئٹہ کے علاوہ کوہاٹ، بنوں، ڈیرہ اسماعیل خان، سیدو شریف، ایبٹ آباد، چترال، گلگت، سکردو، ملتان، فیصل آباد، بہاولپور، میانوالی، جیکب آباد، حیدر آباد، سکھر، لاڑکانہ، موہنجوڈرو، سوئی، نواب شاہ، تربت، ژوب، پنجگور، پسنی، جیوانی اور خضدار وغیرہ میں بھی ہوائی اڈے موجود ہیں۔

کراچی پورٹ ٹرسٹ کراچی کی بندرگاہ کے انتظام اور نگرانی کے لیے ایک ادارہ قائم ہے جسے پورٹ ٹرسٹ کہتے ہیں۔ سمندر کے کنارے گھاٹ تعمیر کرنا، مال گودام بنوانا، تجارت کی سہولت کے لیے کشتیوں اور جہازوں کا انتظام کرانا، سامان اتروانا اور اُس کی حفاظت کرنا اور دوسرے تمام ضروری انتظامات پورٹ ٹرسٹ کی ذمے داری ہے۔ پورٹ ٹرسٹ چوکیداری اور پولیس کا بھی علیحدہ انتظام کرتی ہے، تاکہ گوداموں میں رکھے ہوئے سامان کی حفاظت کی جاسکے۔

کراچی بندرگاہ ہمارے ملک کی سب سے بڑی اور اہم بندرگاہ کراچی ہے۔ یہ بہت پرانی بندرگاہ ہے، مگر اب اس میں توسیع کر کے تمام جدید سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ یہاں علیحدہ علیحدہ کئی گودیاں ہیں جہاں سامان لادنے اور اتارنے کے لیے بڑے بڑے کرین لگے ہوئے ہیں۔ یہ بہت مصروف بندرگاہ ہے۔ کراچی کے قریب ہی ایک نئی بندرگاہ بن قاسم بنائی گئی ہے۔ گوادر کے مقام پر بھی ایک بندرگاہ بنانے پر کام شروع ہوچکا ہے۔

شپنگ کارپوریشن بیرونی ممالک سے ہماری درآمدی اور برآمدی تجارت زیادہ تر سمندری راستوں پر بحری جہازوں سے ہوتی ہے۔ تجارت کے ذریعہ زرمبادلہ کمانے اور ملکی ضروریات پورا کرنے کے لیے بحری جہاز بہت اہم ہیں۔ جہاز رانی (شپنگ) کو ترقی دینے کے لیے حکومت نے پاکستان شپنگ کارپوریشن بنائی ہے۔ اس کا صدر دفتر کراچی میں اور شاخیں لاہور اور اسلام آباد میں ہیں۔

کارپوریشن بحری جہازوں کی خرید و مرمت، تجارتی مال کی حفاظت، مال لادنے اور اتارنے، اور اگر مال زیادہ ہو تو دوسرے ملکوں سے جہاز کرایہ پر حاصل کرتی ہے۔ پاکستان شپنگ کارپوریشن کے بحری جہاز اُن تمام ملکوں کی بندرگاہوں تک آتے جاتے ہیں جن کے ساتھ ہماری تجارتی لین دین ہو۔ اب ملک میں جہازرانی کا کام حکومت کے علاوہ بعض نجی اداروں کے ہاتھ میں بھی ہے۔

پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن وفاقی حکومت کے محکمہ اطلاعات و نشریات کے تحت ریڈیو پاکستان کا ادارہ کام کرتا ہے۔ جب پاکستان قائم ہوا تو صرف لاہور اور پشاور میں ریڈیو سٹیشن تھے۔ لیکن اب کراچی، حیدر آباد، خیرپور، بہاولپور، ملتان، فیصل آباد، اسلام آباد، راولپنڈی، سکردو، گلگت، چترال، تُربت، ڈیرہ اسمٰعیل خان، ایبٹ آباد اور کوئٹہ میں بھی ریڈیو سٹیشن موجود ہیں۔

1972 ء میں ریڈیو کے محکمے کو ایک کارپوریشن بنا دیا گیا۔ کارپوریشن کا سربراہ ڈائریکٹر جنرل کہلاتا ہے۔ ریڈیو کے ذریعے ہمیں دنیا بھر سے خبریں اور ضروری معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

پاکستان ٹیلی وژن کارپوریشن یہ ادارہ بھی پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کا ایک حصہ ہے۔ اس کارپوریشن کا سربراہ منیجنگ ڈائریکٹر کہلاتا ہے۔ لاہور، کراچی، کوئٹہ، اسلام آباد اور پشاور میں ٹیلی وژن سنٹر قائم ہیں۔

ٹیلیفون اور تار کا محکمہ پاکستان کے اکثر شہروں میں اندرون شہر اور دوسرے مختلف شہروں کے درمیان ٹیلیفون اور تار کے سلسلے موجود ہیں۔ ٹیلیفون کے ذریعے براہ راست بات ہوتی ہے۔ تار کے ذریعے تحریری پیغام ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجے جاتے ہیں۔ اسے ٹیلیگرام (Telegram) کہتے ہیں۔ ٹیلی پرنٹر کے ذریعے بھی پاکستان کے اندر اور باہر دوسرے شہروں کو تحریری پیغامات بھیجے جاتے ہیں، انھیں ٹیلکس (Telex) کہتے ہیں۔

دستاویزات اور خطوط وغیرہ کا ہُو بہو عکس (نقل) دوسرے شہروں تک فوراً پہنچانے کے نظام کو ٹیلی فیکس کہتے ہیں۔Fax کی سہولت بھی پاکستان میں موجود ہے۔ تار اور ٹیلیفون کا محکمہ وفاقی حکومت کے ماتحت ہے۔ اس محکمے کے ذمے تار، ٹیلیفون، ٹیلی فیکس، وائرلیس اور سمندر پار پیغامات بھیجنے سے متعلق تمام امور کی نگرانی ہے۔ اس کے دو ڈویژن ہیں: ایک ٹیلیفون سے متعلق اور دوسرا تار سے متعلق۔ پاکستان میں ٹیلیفون کا تمام ضروری سامان بنانے کا ایک بڑا کارخانہ ہری پُور میں ہے۔

سوالات

1۔ پاکستان میں آمدورفت اور مواصلات کے کیا ذرائع ہیں؟

2۔ پاکستان میں دو بڑی ریلوے لائنوں اور دو بڑی پکی سڑکوں کے نام لکھیے۔

3۔ شپنگ کارپوریشن سے کیا مراد ہے؟

4۔ براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کیا خدمات انجام دیتی ہے؟

5۔ ٹیلیفون اور تار کے کیا فائدے ہیں؟

6۔ خط وغیرہ اصل نقل دوسرے شہر تک فوراً کس ذریعہ سے پہنچایا جا سکتا ہے؟

چودھواں باب

رفاہی اِدارے

پرانے زمانے میں حکومت کی ذمہ داریاں محدُود ہوتی تھیں ۔ حکومت صرف اندورنی امن و امان اور بیرونی حملوں سے ملک کے بچاؤ کی فکر کرتی تھی لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شہریوں کی ضروریات بڑھتی گئیں جن کو پورا کرنا مشکل ہوتا گیا ۔ چنانچہ اب ہر حکومت اپنے شہریوں کی بھلائی اور بہبود کے لیے بہت سے کام کرتی ہے ۔ مثلاً تعلیم ، صحت ، خوراک ، روز گار ، آب نوشی ، آبپاشی ، مواصلات اور توانائی وغیرہ کے لیے اقدامات کرنا ۔

عوام کی سہولت اور خوشحالی کے لیے کیے جانے والے کاموں کو رفاہی کام کہا جاتا ہے اور ایسے کام کرنے والے اداروں کو رفاہی ادارے کہا جاتا ہے ۔ حکومت کے عِلاوہ بعض مخیر لوگ اور نجی اِدارے بھی اِس قِسم کے رفاہی کام کرتے ہیں ۔

سکول، کالج اور یونیورسٹیاں لوگوں کا فائدہ اور بھلائی تعلیم حاصل کرنے میں ہے ۔ اچھے شہری بننے ، بہتر روزی کمانے ، اور ذاتی اور ملکی ترقی کے لیے تعلیم حاصل کرنا بہت ضروری ہے ۔ لوگوں میں تعلیم عام کرنے کے لیے حکومت نے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے مختلف درجوں کے ہزاروں تعلیمی ادارے کھولے ہیں ۔ ضرُورت کے مطابق ہر سال نئے سکول اور کالج کھولے جارہے ہیں ۔ یہ سب عوامی بہبود اور بھلائی کے ادارے ہیں ۔

ہمارے ملک میں تعلیم کے مختلف درجے اور ادارے ہیں ۔ ابتدائی جماعت سے پانچویں تک تعلیم پرائمری سکول میں دی جاتی ہے ۔ آٹھویں جماعت تک تعلیمی ادارے کو مڈل ، اور دسویں جماعت تک تعلیمی ادارے کو ہائی سکول کہتے ہیں ۔ گیارہوس جماعت سے آگے یعنی انٹر میڈیٹ (ایف ۔ اے ، ایف ۔ ایس ۔ سی) ، اور بیچلر (بی ۔ اے ، بی ۔ ایس ۔ سی) کی سطح تک تعلیم کالج میں دی جاتی ہے ۔ پیشہ ورانہ علم یعنی طب ، انجنیئر نگ ، زراعت ، تدریس اور کامرس وغیرہ کے لیے الگ الگ

اعلیٰ ادارے ہیں۔ مختلف علوم میں اعلیٰ سطح یعنی ایم۔ اے یا ایم۔ ایس سی تک کی تعلیم کے لیے ہمارے ملک میں کئی یونیورسٹیاں ہیں۔ سب سے پرانی اور بڑی یونیورسٹی لاہور میں ہے۔ پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، اسلام آباد، ملتان، بہاولپور، حیدر آباد (جام شورو)، کوئٹہ اور کراچی میں بھی یونیورسٹیاں قائم ہیں۔ زراعت سے متعلق علوم کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے پشاور، فیصل آباد اور ٹنڈو جام میں، اور انجینئرنگ کے مختلف علوم کے لیے پشاور، ٹیکسلا، لاہور اور کراچی میں ایک ایک یونیورسٹی قائم ہے۔

سرکاری تعلیمی اداروں کے علاوہ بہت سے علم دوست اِداروں اور مخیر افراد نے بھی بعض شہروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے تعلیمی اور تربیتی ادارے کھولے ہیں۔ اِن میں آغا خان فاؤنڈیشن، فوجی فاؤنڈیشن، ہمدرد فاؤنڈیشن، انجمنِ حمایت اسلام، خواتین کی کل پاکستان انجمن (اپوا) اور مجاہدہ اکیڈیمی قابل ذکر ہیں۔

ہسپتال ہسپتال بھی رفاہی ادارے ہیں۔ ہسپتالوں میں بیمار لوگوں کا علاج ہوتا ہے۔ جو لوگ معمولی بیمار ہوں، وہ ہسپتال سے دوا لے کر اپنا علاج گھر پر کرتے ہیں۔ زیادہ بیمار مریضوں کو ہسپتال میں داخل کیا جاتا ہے۔ بڑے ہسپتالوں میں پیچیدہ امراض کے لیے ماہر مرد یا لیڈی ڈاکٹرز ہوتے ہیں۔ مرض کے مطابق داخل شدہ مریضوں کے وارڈ بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ داخل شدہ مریضوں کو خوراک اور ادویات وغیرہ مُفت مُہیا کی جاتی ہیں۔ اِن کے امراض سے متعلق تحقیقات اور معائنے وغیرہ بھی مفت کیے جاتے ہیں۔ علاج معالجہ کے کارِ خیر میں بہت سے دیگر ادارے اور خدا ترس لوگ بھی حصہ لیتے ہیں۔ ہمارے ملک کے بڑے بڑے شہروں اور چھاؤنیوں میں میونسپل کمیٹیوں یا کینٹونمنٹ بورڈوں کی طرف سے بھی ہسپتال قائم ہیں۔ محکمہ ریلوے، واپڈا، فوجی فاؤنڈیشن اور بعض یونیورسٹیوں اور مشنری اداروں نے بھی ہسپتال قائم کیے ہیں۔ لاہور میں شوکت خانم میموریل کینسر ہسپتال، کراچی اور دوسرے شہروں میں ایدھی فاؤنڈیشن اور دیگر خیراتی ادارے مختلف امراض کے علاج اور

غریب مریضوں کی فلاح و بہبود میں دن رات مصروف عمل رہتے ہیں۔

موجودہ ہسپتالوں میں زیادہ اور جدید طبی سہولتیں مہیا کرنے کے علاوہ ہماری حکومت مزید ہسپتال بھی کھول رہی ہے۔

بچوں کی بہبود کے مراکز حکومت بچوں کی بہبود اور بھلائی پر بھی توجہ دے رہی ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک قومی کونسل برائے بہبود اطفال قائم کی گئی ہے۔ اس کونسل کے تحت ملک کے مختلف حصوں میں بچوں کی بہبود کے مراکز، معذور بچوں کے علاج اور تربیت کے لیے ادارے، اور بچوں کی دماغی بیماریوں کے علاج کے لیے علیٰحدہ علیٰحدہ چھوٹے ہسپتال قائم کیے گئے ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ اکتوبر کے پہلے ہفتے میں بچوں کا دن ملک میں بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ کھیلوں کے مقابلے ہوتے ہیں۔ بچوں کو تحفے دیے جاتے ہیں۔

یتیم خانے یتیم خانوں میں ایسے بچوں کی پرورش ہوتی ہے جن کے ماں باپ اور دوسرے عزیز رشتے دار نہ ہوں۔ یہاں بچوں کی رہائش، خوراک اور تعلیم و تربیت کا انتظام ہوتا ہے۔ بچوں کو مختلف فن بھی سکھائے جاتے ہیں تاکہ جوان ہو کر اپنی روزی کما سکیں۔ اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ ان میں یہ احساس نہ پیدا ہو کہ وہ دوسرے بچوں سے کسی طرح کمتر ہیں۔ یتیم خانے زیادہ تر نجی طور پر چلائے جاتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے امداد دی جاتی ہے اور لوگ بھی امداد دیتے ہیں۔ یہ بہت بڑی قومی خدمت ہے۔ یہ اہم رفاہی ادارے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوں تو قوم کے ہزاروں نونہالوں کی زندگی تباہ ہو جائے۔

زکوٰۃ فنڈ بے سہارا، نادار اور معذور لوگوں کی مالی امداد کے لیے حکومت نے زکوٰۃ فنڈ قائم کیا ہے۔ اِس فنڈ سے نقد مالی امداد کے علاوہ غریب مردوں کو سائیکل اور عورتوں کو سلائی مشینیں بھی خرید کر دی جاتی ہیں۔ بے کَس اور یتیم لڑکیوں کے لیے جہیز کا بندوبست بھی اِس فنڈ سے کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صاحب استطاعت مسلمانوں پر زکوٰۃ دینا فرض کیا ہے۔ یتیموں معذوروں اور بے سہارا لوگوں کی خدمت اور دیکھ بھال کرنا ہمارا دینی اور اخلاقی فرض ہے۔

یوتھ موومنٹ | نوجوانوں کی بہبود اور بہتری کے لیے کام کرتی ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو نجی کاروبار شروع کرنے کے لیے مفید تکنیکی مشورے اور مالی امداد دیتی ہے۔

ہلال احمر | یہ ایک بین الاقوامی ادارہ ہے۔ اس کا مقصد غریبوں اور مصیبت زدہ لوگوں کی ہر حالت میں ہر طرح مدد کرنا ہے۔ اس میں قوم، ملک یا مذہب کا کوئی فرق مدِنظر نہیں رکھا جاتا۔ اِس اِدارے کا نشان سرخ رنگ کا ہلال ہے، اس لیے اس کا نام ہلال احمر پڑ گیا، غیر مسلم ممالک میں اس ادارے کا نشان سرخ رنگ کا جمع کا نشان ہے، اس لیے وہاں اس کا نام ریڈ کراس ہے۔ یہ ادارہ امن کے زمانے میں بیماروں کی مدد کرتا ہے۔ مریضوں کے لیے ایمبولینس گاڑیاں فراہم کرتا ہے۔ مریض کی حالت خراب ہو تو اُس کی جان بچانے کے لیے خون مہیا کرتا ہے۔ زلزلہ، سیلاب یا کوئی دوسری مصیبت آجائے تو ہلال احمر اور ریڈ کراس کے لوگ فوراً عوام کی مدد کو پہنچتے ہیں۔ امدادی سامان خود بھی جمع کرتے ہیں اور دوسرے ملکوں سے آیا ہوا سامان بھی تقسیم کرتے ہیں۔ لڑائی کے زمانے میں زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے ہیں۔ جنگی قیدیوں کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے عزیزوں کو اُن کی خیریت سے مطلع کرتے ہیں۔

بعض سکولوں میں بچوں کے لیے بھی ہلال احمر کی شاخیں قائم کی گئی ہیں۔ اس کے ممبر سکول کے بچے ہوتے ہیں۔ اُنھیں اپنی حفاظت اور تندرستی کے طریقے بتائے جاتے ہیں اور مصیبت کے وقت دوسروں کی مدد کی تربیت دی جاتی ہے۔

سکاؤٹس اور گرل گائیڈز | بچوں کا اخلاق درست کرنے، اُن میں سماجی خدمت کرنے کی عادت ڈالنے اور زندگی میں نظم و ضبط کا عادی بنانے کے لیے سکولوں میں سکاؤٹ تحریک چلائی گئی ہے۔ جو لڑکے اس میں شریک ہوتے ہیں اُنھیں بوائے سکاؤٹس کہا جاتا ہے۔

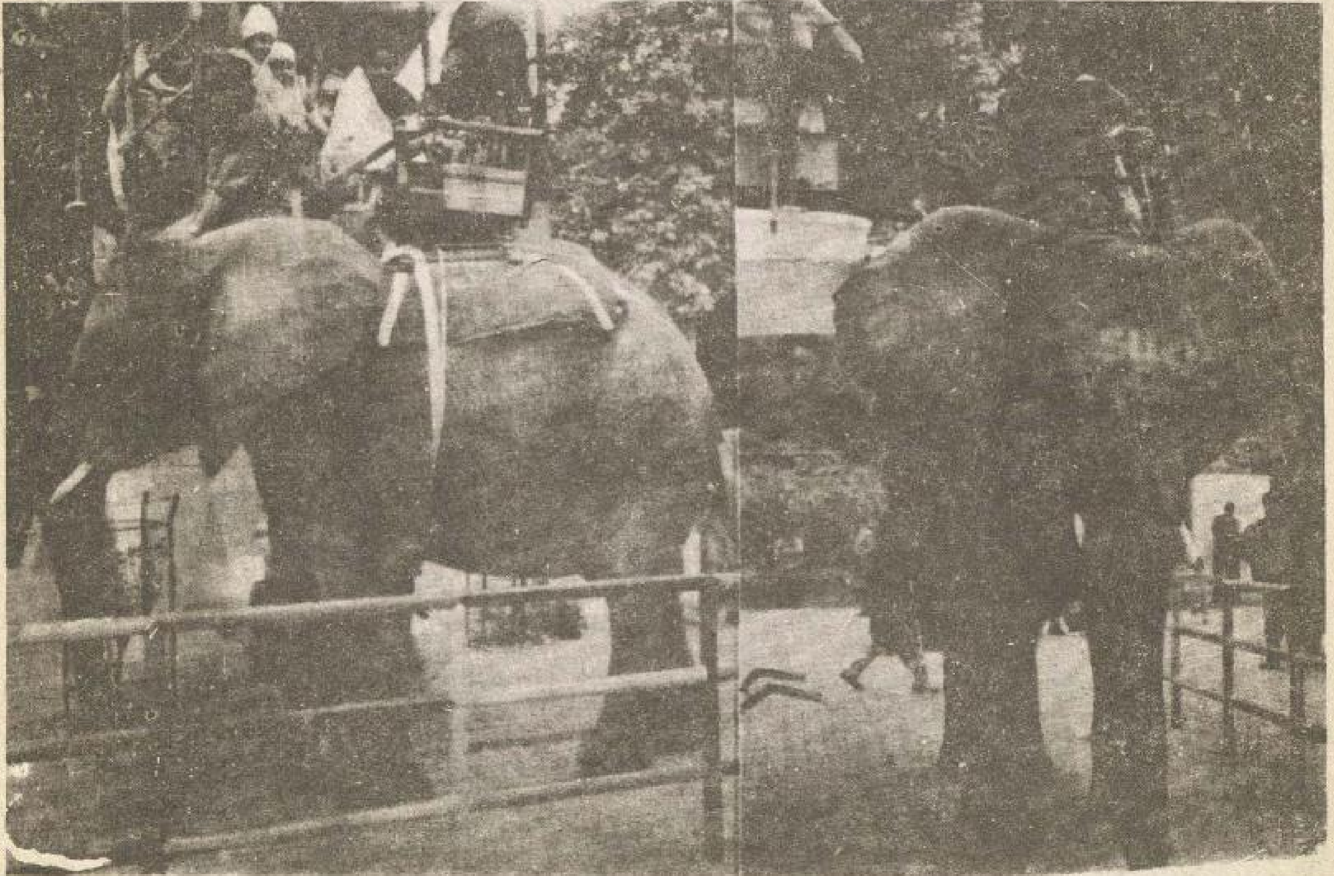
لڑکیوں کے لیے بھی اسی قسم کی تربیت کا انتظام ہے۔ اُنھیں گرل گائیڈز کہا جاتا ہے۔ سکاؤٹ بنتے وقت بچوں کو یہ وعدہ کرنا پڑتا ہے کہ وہ ہمیشہ سچ بولیں گے۔ ملک کے وفادار رہیں گے والدین اور بزرگوں کی عزت کریں گے۔ ہر وقت دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہیں گے اور سکاؤٹ کے قواعد کی پابندی کریں گے۔ سکاؤٹس اور گرل گائیڈز باقاعدہ جسمانی ورزش اور مختلف کاموں میں قابلیت کے کئی امتحان پاس کرتے ہیں۔ شہروں کے باہر کیمپ کی زندگی کے طریقے سیکھتے ہیں۔ اپنے میں نظم و ضبط رکھتے ہیں۔ سب کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے ہیں۔ سکولوں کے جلسوں میں نمایاں خدمات انجام دیتے ہیں۔ یہ ایک اچھی تحریک ہے۔ طلبہ کو اس میں شریک ہونا چاہیے۔ بوائے سکاؤٹس خاکی قمیص، خاکی نیکر اور موزے پہنتے ہیں۔ گلے میں سکارف باندھتے ہیں۔ گرل گائیڈز شلوار، قمیص اور دوپٹہ پہنتی ہیں۔ سکاؤٹس سیدھے ہاتھ کی انگلیاں ملا کر فوجی طریقے پر سلام کرتے ہیں اور اُلٹے ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور بڑوں کی عزت کرتے ہیں۔

خصوصی یا سپیشل بچوں کے مراکز ایسے بچے جو پیدائشی طور پر یا بعد میں کسی جسمانی کمزوری میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا دماغی طور پر پسماندہ ہوتے ہیں، اُن کے علاج معالجے، پرورش اور تربیت کے لیے مختلف مراکز ہیں۔ خصوصی بچوں کے اداروں میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اُن کی ذہنی اور جسمانی کمزوری دور ہو جائے یا کم ہو جائے تاکہ وہ اپنی زندگی اطمینان سے گزار سکیں۔ بچوں کو دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے جیسے کرسی بننا، ٹوکری بننا، قالین بننا یا کوئی فنی کام کرنا وغیرہ۔ نابینا یا گونگے بہرے لوگوں کو تربیت دی جاتی ہے۔ یہ اِدارے نجی طور پر بھی قائم کیے گئے ہیں اور قومی کونسل برائے بہبودی اطفال کی طرف سے بھی حکومت اِن اِداروں کی مدد کرتی ہے۔

اوقاف ہمارے مذہب میں غریبوں کی مدد کرنا بڑے ثواب کا کام ہے۔ اس مقصد کے لیے بعض لوگ اپنی جائداد اللہ تعالیٰ کے نام پر وقف کر دیتے ہیں تاکہ اُس کی آمدنی سے ہمیشہ

غریبوں کی مدد ہوتی رہے ۔ بعض لوگ مسجدیں بناتے ہیں ۔ بزرگوں کے مزار بناتے ہیں ۔ لیکن عام طور پر ان کے انتظامات درست نہیں ہوتے ۔ اس لیے حکومت نے اوقاف کا محکمہ قائم کیا ہے ۔ یہ محکمہ مسجدوں ، مزاروں اور دوسری وقف جائدادوں کو اپنی تحویل میں لے کر اُن کے انتظامات بہتر بناتا ہے ۔ اوقاف کی آمدنی پہلے تو اُنھیں مرمت اور بحال کرنے پر صرف ہوتی ہے اور پھر غریبوں کی مدد پر اس کی آمدنی سے قومی رفاہی کاموں میں بھی مدد لی جاتی ہے ۔

قومی باغیچے ، چڑیا گھر اور عجائب گھر لوگوں کو تفریح کا ذریعہ مہیا کرنے کے لے قومی باغات ، پارک اور تفریح گاہیں بنائی جاتی ہیں ۔ باغ میں چاروں طرف سبزہ اور پھول دار درخت ہوتے ہیں ۔ بعض باغات میں خوبصورت بارہ دریاں بنی ہوتی ہیں جہاں لوگ بیٹھتے اور پک نِک (Picnic) مناتے ہیں ۔ چڑیا گھروں میں جانور پالے جاتے ہیں ۔ ان کے لیے چاروں طرف ویسا ہی ماحول پیدا کیا جاتا ہے جیسا جنگلوں میں ہوتا ہے ۔ کراچی اور لاہور میں



چڑیا گھر ہیں ۔ ہر بڑے شہر میں باغات ہیں ۔ بڑے شہروں میں عجائب گھر بھی ہوتے ہیں جن میں پُرانے زمانے کی نایاب چیزیں رکھی جاتی ہیں ۔

لائبریریاں عام شہریوں کے لیے جو پبلک لائبریریاں قائم کی جاتی ہیں ، وہ بھی رفاہی ادارے ہیں ۔ ایسی لائبریریوں میں کتابیں بھی ہوتی ہیں اور روزانہ اخبار بھی آتے ہیں ۔ بہت سے لوگ وہاں جاتے ہیں اور اخبار اور کتابیں پڑھتے ہیں ۔ لائبریریوں سے لوگوں کو بہت فائدہ پہنچتا ہے ۔ ان کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے ۔ لوگ چندہ کر کے بھی لائبریریاں قائم کرتے ہیں اور بعض میونسپل کمیٹیاں ، بینک اور حکومت بھی پبلک لائبریریاں قائم کرتی ہے ۔ ہر شہر میں ایسی لائبریریاں ہیں ۔ یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں میں بھی بڑی بڑی لائبریریاں ہوتی ہیں ۔ اچھے بچے لائبریری میں جاتے ہیں اور وہاں سے اچھی اچھی کتابیں لے کر پڑھتے ہیں ۔

خون کا عطیہ آج ماسٹر صاحب کلاس میں آئے تو ظہیر نے اخبار کا ایک ٹکڑا اُنھیں دکھایا جس میں لکھا تھا " خون کا عطیہ دیجیے اور اپنے بہن بھائیوں کی جان بچائیے " ۔ اُس نے ماسٹر صاحب سے پوچھا : " ماسٹر صاحب ! اس کا کیا مطلب ہے ؟ خون کا عطیہ کس طرح دیا جاتا ہے ؟" ماسٹر صاحب نے جواب دیا : " ظہیر ! تم نے بہت اچھی بات پوچھی ہے ۔ سُنو ! بدن کے اندر خون زندگی کی علامت ہے ۔ اگر بدن سے زیادہ مقدار میں خون نکل جائے تو موت واقع ہو سکتی ہے ۔ ایسے مریض یا زخمی کو جس کے جسم سے زیادہ مقدار میں خون نکل جائے ، فوراً کسی دوسرے آدمی کا خون دیا جاتا ہے ۔ اس سے اُس آدمی کی جان بچ جاتی ہے ۔ اِس مقصد کے لیے تندرُست آدمیوں کا خون بازو کی ایک رگ سے نکال کر بوتلوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ بوقت ضرورت فوراً کام آسکے ۔ اکثر لوگ خدمتِ خلق کے جذبے کے تحت اپنا خون دیتے ہیں ۔ بعض لوگ خون دینے کے لیے کچھ معاوضہ بھی لیتے ہیں ۔ جو شخص خون کا عطیہ دیتا ہے وہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت کرتا ہے ۔ جہاں خون جمع کر کے رکھا جاتا ہے اُسے بلڈ بنک (Blood Bank) کہا جاتا ہے ۔ جنگ کے زمانے میں ہمارے زخمی فوجی بھائیوں

کی جانیں بچانے کے لیے بھی یہ خون کام آتا ہے"۔ ظہیر نے کہا، "ماسٹر صاحب! جب ہم بڑے ہوں گے تو ہم بھی خون کا عطیہ دیں گے"۔

قومی بچت کی سکیمیں روپیہ اگر گھر میں پڑا رہے تو وہ ضرور خرچ ہوجاتا ہے۔ عقل مندی کی بات یہ ہے کہ آمدنی میں سے کچھ بچا کر آئندہ کے لیے جمع کیا جائے تاکہ ضرورت کے وقت پریشانی نہ اُٹھانی پڑے۔

حکومت نے عوام کی بھلائی اور ملک کی خوشحالی کے لیے قومی بچت کی کئی سکیمیں جاری کی ہیں۔ ان سکیموں میں خاص طور پر ڈیفنس سیونگ، نیشنل ڈپازٹ اور نیشنل اِنوسٹمنٹ ٹرسٹ کے سرٹیفکیٹ قابل ذکر ہیں۔ یہ سرٹیفکیٹ نقد روپے کے عوض ملتے ہیں اور اِن پر کچھ مدّت گزرنے کے بعد معقول مُنافع ملتا ہے۔

سرٹیفکیٹ کے علاوہ انعامی بانڈز بھی ہیں جو 200 روپے سے لے کر چالیس ہزار روپے کی مالیت کے ہوتے ہیں۔ تقریباً ہر ماہ قرعہ اندازی ہوتی ہے اور جن جن بانڈوں کے نمبر قرعہ اندازی میں آئیں اُن پر ایک ہزار روپے سے لے کر 50 ملین (پانچ کروڑ) روپے تک کے مختلف انعامات دیے جاتے ہیں۔

روپیہ بنک میں بھی جمع کیا جاسکتا ہے۔ بنک میں جمع کی ہوئی رقم ملک کی ترقی پر خرچ ہوتی ہے لیکن ہم جب چاہیں بنک سے اپنی رقم واپس بھی لے سکتے ہیں۔ بنک میں جمع کی ہوئی رقم پر بھی ہمیں منافع ملتا ہے۔

سوالات

1۔ رفاہ عامہ کے اداروں سے کیا مراد ہے؟

2۔ ہلال احمر کیا خدمات انجام دیتا ہے؟

3۔ سکاؤٹ بنتے وقت طالب علم کیا کیا وعدے کرتا ہے؟

4۔ بڑے ہوکر آپ قوم کی کیا خدمت انجام دیں گے؟

5۔ پرائز بانڈ کا مطلب کیا ہے؟

عملی کام

1۔ کسی ہسپتال میں جاکر مریضوں کی خیریت دریافت کریں اور انھیں پھول پیش کریں۔
2۔ سکول لائبریری سے کم از کم ایک کتاب لے کر ضرور پڑھیں۔
3۔ آپ کو والدین جو رقم دیں اس میں سے کچھ بچا کر انعامی بانڈ خریدیں۔
4۔ کسی ہسپتال یا یتیم خانہ کو دیکھنے جائیں اور جو کچھ دیکھیں اُسے اپنی کاپی میں لکھیں۔

ہمارے مسائل اور اُن کا حل

ہر ملک کو کچھ نہ کچھ مسائل ضرور درپیش ہوتے ہیں جن کا اُسے حل تلاش کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے سامنے بھی بے شمار مسائل ہیں۔ زراعت میں بڑا مسئلہ سیم و تھور کا ہے۔ اس کے علاوہ ملک میں غربت، گداگری، جہالت، بیماری اور بے روزگاری بھی ہے۔ آبادکاری کا مسئلہ، غذا میں ملاوٹ اور خوراک کی کمی حکومت اور عوام کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ آئیے! ان مسئلوں پر تفصیل سے غور کریں۔

سیم دریائے سندھ کی وادی کے علاقے سرسبز اور زرخیز ہیں جہاں گیہوں، چاول، گنا اور روئی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ زمین میں بعض خرابیاں قدرتی طور پر پیدا ہوجاتی ہیں جن سے زرعی پیداوار پر بُرا اثر پڑتا ہے مثلاً سیم۔ سیم اس خرابی کو کہتے ہیں جس سے زیرِ زمین پانی کی سطح اتنی بلند ہوجاتی ہے کہ زمین کاشت کے قابل نہیں رہتی۔ نہروں اور دریاؤں کا پانی زمین کے اندر سوراخوں کے ذریعے پھیل کر زمین کے نیچے پانی کی سطح کو اُونچا کر دیتا ہے اور یہ پانی زمین کی اُوپر کی سطح کے برابر پہنچ جاتا ہے۔ ایسی صورت میں پودے جڑ نہیں پکڑ سکتے اور کاشت نہیں ہو سکتی۔

تھور زمین کے اندر کا پانی جب زمین کی سطح پر پہنچتا ہے تو اس کے ساتھ زمین کے اندر سے نمکیات بھی اس میں حل ہو کر اوپر آتے ہیں۔ یہ پانی جب سطحِ زمین پر خشک ہوجاتا ہے تو زمین پر نمک کی پتلی تہہ جم جاتی ہے۔ ایسی زمین جس پر نمک کی تہہ جمی ہوئی ہو، کاشت کے قابل نہیں رہتی ہیں۔

حکومت نے سیم اور تھور کے مسئلے کی طرف خاص توجہ دی ہے اور انھیں دور کرنے کی

پوری کوشش کر رہی ہے۔ پاکستان میں سیم اور تھور پر ٹیوب ویلوں کے ذریعے قابو پانے کے ساتھ ساتھ ہم متاثرہ علاقوں میں ایسے پودے بھی کاشت کر سکتے ہیں جو زیادہ پانی جذب کر کے زیر زمین پانی کی سطح کو نیچا کریں۔ اس مقصد کے لیے کیلا اور کلر گھاس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ بڑی بڑی نہروں کو پختہ بنا کر بھی اس مسئلے پر بڑی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔

غُربت غُربت ہمارے ملک کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ غربت ملک کی ترقی کے راستے میں حائل ہے۔ دُنیا میں بہت سے ملک غریب ہیں۔ امیر ملک وہ ہیں جنھوں نے صنعتی ترقی کر لی ہے یا اُن کے قدرتی وسائل بہت زیادہ ہیں۔ ہمارے ملک نے صنعتی ترقی کی ہے مگر ملک میں غربت زیادہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بڑے بڑے شہروں میں عالیشان مکانات، کوٹھیاں اور فیکٹریاں نظر آتی ہیں اور کچھ لوگ بے حد امیر بھی ہیں مگر ملک کے اندرونی علاقوں میں غریب لوگ بستے ہیں، جنھیں ضرورت کے مطابق روٹی، کپڑا، مکان اور دوسری ضروریات میسر نہیں۔ اُن کی آمدنی بہت کم ہے۔ وہ جھونپڑیاں اور کچے مکانوں میں رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو مدد کی بے حد ضرورت ہے۔ ہمارا مذہب ہمیں سکھاتا ہے کہ امیر لوگ غریبوں کی مدد کریں۔ حکومت فراخدلی سے زکوٰۃ کے ذریعہ غریبوں کی مالی مدد کر رہی ہے۔ مزدوروں کی مزدوری بڑھا رہی ہے۔ مکانات تعمیر کر رہی ہے اور لوگوں کو روزگار مہیا کرنے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ ملک سے غُربت کی لعنت دُور ہو۔

گداگری بعض لوگ لاچاری اور بے بسی کی وجہ سے کوئی کام کاج نہیں کر سکتے۔ خدا ترس اور نیک لوگ اُنھیں خوراک، لباس اور رہائشی سہولت کے لیے امداد و خیرات دیتے ہیں۔ ہمارے مذہب اسلام نے اس قسم کے ضرورت مند اور محتاج لوگوں کا خیال رکھنے کی بڑی تاکید کی ہے اور انھیں خیرات، زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے۔ لیکن ہمارے مُعاشرے میں بعض ایسے صحت مند لوگ بھی موجود ہیں جو کوئی کام کاج نہیں کرتے ہیں اور بھیک مانگ کر وقت

گزارتے ہیں ۔ وہ گداگری کو پیشے کے طور پر اختیار کر لیتے ہیں اور وقت بے وقت ہر آدمی کے سامنے ہاتھ پھیلاتے رہتے ہیں ۔ صحت مند لوگوں کا بھیک مانگنا بڑے شرم کی بات ہے اور یہ لوگ مُعاشرے پر ایک بوجھ بنے ہوئے ہیں ۔ ایسے لوگوں کو کوئی مُفید کام کاج کرنے پر راضی کرنا بھی ہمارے ملک کا ایک بڑا مسئلہ ہے ۔ ہماری حکومت اس قسم کے صحت مند گداگروں کی بحالی کی طرف بھی توجہ دے رہی ہے ۔ ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحت مند گداگروں کو بہت ناپسند کرتے تھے اور اس پیشے کو بہت بُرا خیال فرماتے ہیں ۔

ناخواندگی کسی ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے عوام تعلیم یافتہ ہوں ۔ اس لیے تعلیم کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے ۔ تعلیم کی اہمیت پر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے زور دیا تھا ۔ آپؐ نے فرمایا تھا : "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے" ۔ ایک اور ارشاد ہے ، "علم سیکھو ، چاہے تمہیں چین بھی جانا پڑے" ۔ عرب سے چین کا فاصلہ بہت زیادہ ہے اور اُس وقت آمدورفت کے بھی ایسے ذریعے نہیں تھے ۔ چین پہنچنا بہت مشکل کام تھا ۔ اس لیے اس حدیث سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ چاہے کتنی ہی مصیبت اُٹھانی پڑے ، دُور سے دُور جانا پڑے ، علم ضرور حاصل کرنا چاہیے ۔ دِرحقیقت علم ایک نُور ہے اور جہالت ایک اندھیرا ہے ۔ ایک جاہل کا دماغ ایک اندھیری کوٹھڑی کی طرح ہے ۔ وہ اپنے اچھے بُرے کو نہیں سمجھ سکتا ، اس لیے جہالت ملک کے لیے بڑی لعنت ہے ۔ ہمارے ملک میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے ۔ زیادہ تر لوگ دیہات میں رہتے ہیں جہاں تعلیم کی سہولتیں موجود نہیں ہیں ۔ پاکستان بننے سے پہلے انگریزوں نے یہاں تعلیم عام کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اس لیے ملک میں اکثر لوگ ناخواندہ ہیں ۔ اب حکومت تعلیم پر کروڑوں روپے خرچ کر رہی ہے ۔ ہزاروں پرائمری سکول کھولے جارہے ہیں ۔ ہائی سکول اور کالج قائم کیے جارہے ہیں ۔ بالغوں کی تعلیم کا انتظام کیا جارہا ہے ۔ حکومت کی کوشش ہے کہ تعلیم عام ہوجائے ۔ جہاں تعلیمی سہولتیں کم ہیں اُن علاقوں کی طرف زیاد توجہ دی جارہی ہے ۔

اُمید ہے ملک سے جہالت کا خاتمہ جلد ہو جائے گا۔

بیماریاں تندرستی ہزار نعمت ہے۔ یہ ایک پُرانا اور سچا قول ہے۔ اگر تندرستی نہ ہو تو دنیا کی ہر چیز بے کار ہے۔ صاف ہوا، صاف پانی، سادہ غذا، تھوڑی ورزش اور پورا آرام۔ یہ اصول ہیں جن سے تندرستی اور صحت قائم رہتی ہے۔ بیماریاں معمولی بھی ہوتی ہیں اور جان لیوا بھی۔ بخار، نزلہ، زُکام، کھانسی اور پیٹ کی شکایات تو عام ہیں۔ اس کے علاوہ تپ دق، سرطان اور دوسرے مُہلک امراض بھی ہوتے ہیں۔ حکومت اس مسئلے کو کافی اہمیّت دے رہی ہے۔ تمام شہروں اور دیہات میں علاج مُعالجے کے مراکز قائم کیے جا رہے ہیں۔

پاکستان میں مختلف بیماریوں پر قابو پانے کے لیے جہاں جدید طبی ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں وہاں ہمیں زمینی آلودگی، آبی آلودگی اور فضائی آلودگی کا بھی سدباب کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان کی وجہ سے مزید بیماریاں نہ پھیل سکیں۔

بے روزگاری ہر انسان کی کچھ بنیادی ضرورتیں ہوتی ہیں جیسے کھانے کے لیے غذا، سر چھپانے کو مکان، تن ڈھانپنے کو لباس۔ خداوند کریم نے ہر انسان کو ایسی صلاحیتّیں دی ہیں کہ وہ محنت کر کے اپنی بنیادی ضروریات حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن ہر شخص کی ذہنی قوتیں مختلف ہوتی ہیں اور اُس کے ماحول کا بھی اس پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ مثلاً دیہات کے لوگ تعلیم حاصل نہیں کرتے، کھیتی باڑی اُن کا روزگار ہے۔ شہروں میں مزدور اور دستکار ہوتے ہیں اور کافی لوگ تجارت سے بھی اپنی روزی کماتے ہیں۔ ان کے علاوہ تعلیم یافتہ لوگ، انجنیئر، ڈاکٹر اور اُستاد ہوتے ہیں۔ ان سب کو روزگار چاہیے۔ حکومت اپنے مالی وسائل کے مطابق لوگوں کو روزگار مُہیا کرتی ہے۔ نجی کارخانوں، دفتروں اور دوسرے اِداروں میں بھی ملازمت مل جاتی ہے۔

ہمارے ملک میں لوگ زیادہ تر سرکاری ملازمت کو سامنے رکھ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں، لیکن جب سرکاری ملازمت نہیں ملتی تو وہ بے روزگار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ملازمتوں کے مُقابلے میں اُمیدواروں کی تعداد لاکھوں سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ پس بے روزگاری بڑی

مصیبت ہوتی ہے۔ بے روزگار قوم پر بوجھ بن جاتے ہیں۔ بے روزگاری کی وجہ سے لوگ گاؤں چھوڑ کر شہروں کا رخ کرتے ہیں۔ اس سے شہروں کی آبادی بڑھ رہی ہے اور مشکلات بھی بڑھ رہی ہیں۔ حکومت دوسرے مسائل کے ساتھ ساتھ اس مسئلے کے حل کے لیے بھی کوشش کر رہی ہے۔ تعلیم میں اس قسم کی تبدیلیاں کی جارہی ہیں کہ لوگ زیادہ سے زیادہ دستکار بنیں، اپنی روزی خود کما سکیں۔ ملک و قوم پر بوجھ بننے کی بجائے اس کی پیداوار بڑھائیں اور مفید شہری ثابت ہوں۔

آبادکاری کوئی انسان یا خاندان ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جائے تو اُس کو آباد کرنے کا مسئلہ ہوتا ہے۔ اس کے لیے بنیادی ضرورتیں مُہیا کرنی پڑتی ہیں۔ پاکستان میں ایسے لاکھوں لوگ ہیں جو برسوں سے جھونپڑیوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں جو اپنے شہروں میں غیر انسانی زندگی گزار رہے ہیں۔ گندے علاقے ہیں، ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیاں، بیماریوں کا ماحول ہے۔ ان لوگوں کو بہتر جگہ منتقل کرنا یا انھیں وہیں پر بہتر ماحول اور زندگی کی ضرورتیں مہیا کرنا بھی آبادکاری میں شامل ہے۔ پاکستان میں آباد کاری کا مسئلہ شروع ہی سے بڑا مشکل رہا ہے۔ آبادکاری کے سلسلے میں مکانات کی تعمیر، پینے کا پانی اور صفائی وغیرہ کے انتظامات بڑی تیزی سے کیے جارہے ہیں۔ سڑکیں، ہسپتال اور سکول قائم کیے جارہے ہیں تاکہ وہاں کے رہنے والے لوگ صحیح طور پر آباد ہو جائیں۔ آبادکاری کا مسئلہ اتنا بڑا ہے کہ تھوڑی سی مدت میں حل نہیں ہو سکتا۔ امید ہے کہ مسلسل کوشش سے اس مسئلے کو حل کر لیا جائے گا۔

ناقص اور ناکافی خوراک لوگوں کی صحت اور خوشی کا اِنحصار غذائیت سے بھرپور بے ضرر خوراک پر ہے۔ اگر لوگ صحت مند ہوں تو وہ ملک کی ترقی کا باعث بنتے ہیں۔ ہمارے ملک میں خوراک کی کمی اور ناقص خوارک کے استعمال سے لوگوں کی تندرستی پر خراب اثر پڑ رہا ہے۔ بہت سے لوگ غذا کی کمی یا غذا کی خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اُنھیں قسم قسم کی

بیماریاں ہوجاتی ہیں جو کچھ عرصہ بعد جان لیوا ثابت ہوتی ہیں ۔ پاکستان میں اوسط عمر کا اندازہ دوسرے ملکوں کی نسبت بہت کم ہے اور بچوں کی موت کی شرح بہت زیادہ ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی مائیں نہ خود اچھی خوراک کھا سکتی ہیں نہ بچوں کے لیے اچھی خوراک مُہیا کرسکتی ہیں ۔ وہ بچوں کو جو غذا دیتی ہیں وہ مناسب نہیں ہوتی ، چنانچہ بچے بیمار پڑجاتے ہیں ۔ بچوں کو پوری خوراک نہ ملے تو وہ پوری نشو و نما نہیں پاسکتے ۔ بچے سست رہتے ہیں اور کھیل کود میں شریک نہیں ہوسکتے ۔ اس جسمانی کمزوری کے باعث اُن کی ذہنی صلاحیت بھی کم رہ جاتی ہے اور وہ تعلیم میں بھی ترقی نہیں کرسکتے ۔ یہی حال بڑی عمر والوں کا ہے ۔ اگر اُنھیں پوری غذائیت کی خوراک میسر نہ آئے تو وہ بھی کمزور پڑ جاتے ہیں ۔ اُن کے لیے محنت کرنا اور روزی کمانا مشکل ہوجاتا ہے ۔ وہ غذا کی کمی یا اس کی خرابی کی وجہ سے مریض ہوجاتے ہیں ۔

تحفظ عامہ انسانی صحت و تندرستی کے لیے صاف ستھرے ماحول کی اہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے گھر، محلے ، شہر ، صوبے او ملک کی سطح پر صفائی کا خاص خیال رکھیں اور اس مقصد کے لیے اپنے جملہ فرائض اور ذمہ داریوں کو پوری طرح بجا لائیں تاکہ وطن عزیز کو صاف ستھرا رکھ کر لوگوں کی صحت کا معیار بلند کرنے میں مدد ملے ۔

سوالات

1۔ سیم اور تھور سے کیا مراد ہے؟

2۔ ہمارے ملک کو کن مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے؟

3۔ ناقص اور ناکافی خوراک کے کیا نقصانات ہیں؟

عملی کام

1۔ اُن اُصولوں کی فہرست بنائیں جن سے تندرستی قائم رہتی ہے ۔

2۔ اپنے کمرہ جماعت اور گھر کو صاف ستھرا رکھنے میں دوسروں کی مدد کریں ۔

سولھواں باب

چند اہم شخصیتیں جنھوں نے اسلام کی خدمت کی یا تحریک آزادی میں حصہ لیا

حَضرت خُدیجۃُ الکُبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حَضرت خُدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عَنہا ، ہمارے پیارے نبی حضرت مُحمد صلی اللہ عَلیہ وسلّم کی پہلی بیوی اور حَضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ تھیں۔ وہ بڑی مالدار خاتون تھیں۔ اُن کے والد بہت بڑے تاجر تھے اور دُور دُور کے ملکوں میں اپنا تجارتی مال بھیجا کرتے تھے۔ جب حَضرت خدیجہؓ کے والد اور شوہر کا انتقال ہوگیا تو اُنھوں نے تجارت کا کام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اُس زمانے میں اُونٹوں کے ذریعے سفر ہوتا تھا۔ حَضرت خدیجہؓ کا تجارتی مال اُونٹوں پر دُور دُور کے علاقوں میں جاتا تھا۔ اُنھیں اپنا کاروبار چلانے کے لیے ایک ایماندار آدمی کی ضرورت تھی۔ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت داری کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپؐ کی سچائی اور دیانت داری کی وجہ سے مکہ والے آنحضرتؐ کو " صادِق " اور " امین " کے القاب سے یاد کرتے تھے۔ حَضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی اِس شہرت کو سُن کر آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ اُن کا تجارتی مال لے کر فروخت کے لیے دوسرے ملکوں میں لے جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ عَلیہ وسلّم نے حضرت خدیجہؓ کی یہ درخواست قبول کر لی اور اُن کا تجارتی مال لے کر دور دور کے علاقوں میں جانے لگے۔ حضرت خدیجہؓ کو اس تجارت سے بہت منافع ملا۔ وہ آپؐ کی ایمانداری، سچائی اور اخلاق سے بہت متاثر ہوئیں اور آپؐ سے شادی کی درخواست کی۔ حَضرت خدیجہؓ کی عمر اُس وقت چالیس سال تھی اور آپؓ بیوہ تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی عمر پچیس سال تھی۔ اپنے چچا سے مشورہ کے بعد آپؐ نے شادی کا پیغام منظور کرلیا۔ شادی کے بعد حَضرت خدیجہؓ آپؐ کی خدمت اور مدد میں جان و دل سے مصروف رہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو شروع ہی سے بُتوں سے نفرت تھی ۔ آپؐ مکّے والوں کی بُری باتوں کو پسند نہ کرتے تھے ۔ مکّے کے قریب حِرا نام کا ایک غار تھا، جس میں بیٹھ کر آپؐ عبادت کرتے اور کئی کئی روز کھانے پینے کی پروا کیے بغیر وہاں ٹھہرے رہتے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی عمر چالیس سال ہوئی تو ایک روز جب آپؐ غارِ حِرا میں عبادت میں مصروف تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ وحی لے کر آیا اور آپؐ کو قرآن کی آیت پڑھا کر نبوّت کی بشارت دی ۔ جب فرشتہ چلا گیا تو آپؐ کی عجیب حالت ہوگئی ۔ تمام بدن کانپنے لگا اور بے حد پسینہ آنے لگا ۔ آپؐ کو بڑی بے چینی تھی ۔ آپؐ جب گھر پہنچے تو حضرت خُدیجہؓ کو پورا حال سُنایا ۔ اُنھوں نے تسلی دی اور فرمایا، "آپؐ فکر نہ کریں ۔ اللہ آپؐ کا مددگار ہوگا ۔" سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دینِ اسلام کی تبلیغ شروع کی تو کافروں نے آپؐ کو اذیتیں دینا شروع کیں ۔ ایک وقت ایسا آیا کہ آپؐ کو تین برس تک ایک گھاٹی میں رہنا پڑا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وقت بڑی سختی اور پریشانی کا تھا ۔ حضرت خدیجہؓ آپؐ کے ساتھ رہیں اور آپؐ کی خِدمت کرتی رہیں ۔ اُنھوں نے اپنی ساری دولت مُسلمانوں کی تکلیفیں دُور کرنے کے لیے صَرف کی ۔ حضرت خدیجہؓ نے پینسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی ۔ آپؓ نے پچیس برس تک رسُولِ کریمؐ کی خدمت کی اور ہر حالت میں آنحضرتؐ کا ساتھ دیا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دوسرے لوگ میری بات ماننے کو تیار نہ تھے، اُس وقت خدیجہؓ نے میرے سچّے ہونے کی تصدیق کی اور اِسلام قبول کیا، اور جب میرا کوئی مددگار نہ تھا اُس وقت اُنھوں نے میرا ساتھ دیا ۔ اِسلام کے لیے یہ اُن کی بڑی خدمت تھی ۔ دنیائے اسلام میں حضرت خدیجہؓ کی بڑی عزّت اور عظمت ہے ۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہؓ، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی بیٹی تھیں ۔ اُن کی والدہ حضرت خدیجہؓ

تھیں ۔ آپؓ بہت کم سن تھیں کہ والدہ کا انتقال ہوگیا ۔ اس کے بعد آپؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں پرورش پائی ۔ جب آپؓ کی عمر پندرہ سال کی ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ آپؓ کی شادی ہوگئی ۔ اپنے والد حضور نبی کریمؐ کی طرف سے آپؓ کو جہیز میں تاروں سے بنی ہوئی ایک چارپائی، چمڑے کا ایک تکیہ ، کھجور کے پتوں کا ایک بستر، کپڑے دھونے کا ایک برتن، چمڑے کی ایک مشک، آٹا پیسنے کی ایک چکی، ایک چادر، ایک لوٹا، مٹی کا گھڑا اور دو آب خورے ملے ۔

حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ کی بڑی اطاعت اور خدمت کرتی تھیں ۔ اپنے گھر کا سب کام خُود کرتیں ۔ کھانا پکاتیں، جھاڑو دیتیں، چکی پیستیں اور بچوں کی تربیت پر بھی خاص توجہ دیتی تھیں ۔ حضرت علیؓ بھی گھر کے کاموں میں اُن کی مدد کرتے تھے ۔ حضرت فاطمہؓ اکثر عبادت میں بھی مشغول رہتی تھیں ۔ اُنھوں نے رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے زندگی کے اُصول سیکھے تھے اور زندگی کے معاملات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم اور آپؐ کی تعلیمات پر چلتی تھیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم آپؓ سے بہت محبت کرتے تھے ۔ اپنے مکان کے قریب ہی آپ کو رکھا ۔ حضورؐ جب کبھی غزوات پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں اپنی بیٹی فاطمہؓ سے رخصت ہوتے اور واپسی پر سب سے پہلے اِن ہی سے ملنے جاتے ۔ حضرت فاطمہؓ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی دل و جان سے خدمت کرتیں ۔ انھیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے بے انتہا محبت تھی ۔ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم جب اس دُنیا سے رخصت ہوئے تو حضرت فاطمہؓ کو بے حد صدمہ ہُوا ۔ وہ اس غم کو برداشت نہ کرسکیں اور صِرف چھ ماہ بعد وہ بھی اس دُنیا سے رخصت ہوکر آپؐ سے جاملیں ۔

شوہر کی اطاعت اور محبت ، صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی تربیت ، اور اللہ کی عبادت میں حضرت فاطمہؓ اسلامی دُنیا کی تمام عورتوں کے لیے ایک نمونہ تھیں ۔ وہ دُنیاوی تکالیف اور پریشانیوں کو خُوشی سے برداشت کرتی تھیں ۔ غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرتی تھیں اور

راتوں کو عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ حضرت فاطمہؓ خاتون جنّت ہیں اور سب جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

حضرت اِمام حُسین رضی اللہ عنہ

حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے صاحبزادے اور رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نواسے حضرت اِمام حُسینؓ مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ رسُولِ خدا اُن کی پیدائش کی خبر سن کر بے حد خُوش ہوئے اور خُود جاکر اُن کے کان میں اذان دی اور اُن کا نام رکھا۔ حضرت اِمام حُسینؓ کے بڑے بھائی حضرت اِمام حسنؓ تھے۔ اِن دونوں صاحبزادوں سے رسُولِ کریمؐ کو بے انتہا محبت تھی۔ آپؐ ان کی تربیت میں ذاتی دلچسپی لیتے تھے۔ حضرت اِمام حُسینؓ چھ برس کی عمر تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاص توجہ کا مرکز بنے رہے۔ اس کے بعد رسُولِ کریمؐ اس دُنیا سے رخصت ہوگئے اور اُن کے چھ ماہ بعد ہی حضرت فاطمہؓ بھی وفات پاگئیں۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت اِمام حسنؓ خلیفہ مقرر ہوئے مگر انھوں نے جلد ہی خلافت سے ہاتھ اُٹھا لیا اور امیر معاویہؓ خلیفہ ہوگئے۔ امیر معاویہؓ نے اپنے لڑکے یزید کو اپنی زندگی میں ولی عہد بنادیا امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید خلیفہ بن گیا۔ یزید اچھا آدمی نہیں تھا۔ اس میں بہت سی خرابیاں تھیں۔ وہ خلافت کے قابل نہ تھا۔ اُس نے خلافت سنبھالتے ہی حضرت امام حُسینؓ سے بیعت لینے کی کوشش کی، مگر اِمام حُسینؓ نے یہ بات منظور نہ کی۔

حضرت علیؓ کے زمانے میں خلافت کا صدر مُقام کوفہ تھا۔ وہاں کے لوگ حضرت اِمام حُسینؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ اُنھوں نے آپؓ سے درخواست کی کہ کوفہ تشریف لے آئیں، ہم لوگ آپؓ کا ساتھ دیں گے۔ چُنانچہ حضرت اِمام حُسینؓ مع اپنے اہل و عیال اور چند ساتھیوں کے مکّے سے کوفے کے لیے روانہ ہوگئے۔ آپ کو لڑائی کا خیال بالکل نہ تھا ورنہ چھوٹے شیر خوار بچّوں اور بیوٹیوں کو ساتھ نہ لے جاتے۔ جب یزید کو آپؓ کے کوفہ کی

طرف روانہ ہونے کا علم ہُوا تو اُس نے ایک ظالِم شخص کو کُوفے کا گورنر بنادیا۔ گورنر کی سختی سے کوفہ کے لوگ ڈرنے لگے اور حضرت اِمام حُسینؓ سے کیے ہوئے وعدے بھول گئے۔ اُس وقت آپؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جس کا جی چاہے واپس چلاجائے، مگر کسی نے آپؓ کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اُس وقت آپؓ کے ساتھیوں کی تعداد 72 تھی۔ جب یہ قافلہ دریائے فرات کے کنارے کربلا کے مقام پر پہنچا تو یزید کی فوج نے ان کا راستہ روک کر ان کے لیے پانی حاصل کرنا ناممکن بنا دیا۔ پانی نہ ملنے کی وجہ سے بچے، عورتیں، جوان اور بوڑھے سب پیاس سے بِلبلا اُٹھے۔ دراصل یزیدی فوج کا سالار، اِمامؓ عالی مقام سے زبردستی یزید کی بیعت لینا چاہتا تھا، مگر حضرت اِمام حُسینؓ حق اور سچائی کی راہ سے ذرا بھی ہٹنے کے لیے تیار نہ تھے۔ بلآخر دسویں محرم کو یزید کی فوج نے حضرت اِمام حُسینؓ کے قافلے پر زبردست حملہ کردیا۔ مسلسل تین دنوں سے بھوکے پیاسے آپؓ کے سب ساتھی اور عزیز ایک ایک کر کے شہید ہوگئے۔ دشمنوں نے آپؓ کے چھ ماہ کے چھوٹے صاحبزادے حضرت علی اصغرؓ کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا۔ آخر میں حضرت اِمام حُسینؓ بھی اہل و عیال سے رُخصت لے کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے اور دُشمنوں کی صفوں کو چیر کر رکھ دیا۔ دُشمنوں نے چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ کردی اور اِمامؓ عالی مُقام نِڈھال ہوکر گھوڑے سے گِر پڑے اور خُدا کی بارگاہ میں آخری بار سر جُھکا کر سجدے میں پڑ گئے۔ شمر نے اسی حالت میں تلوار سے آپؓ کا سر مبارک جسم سے جُدا کر دیا۔

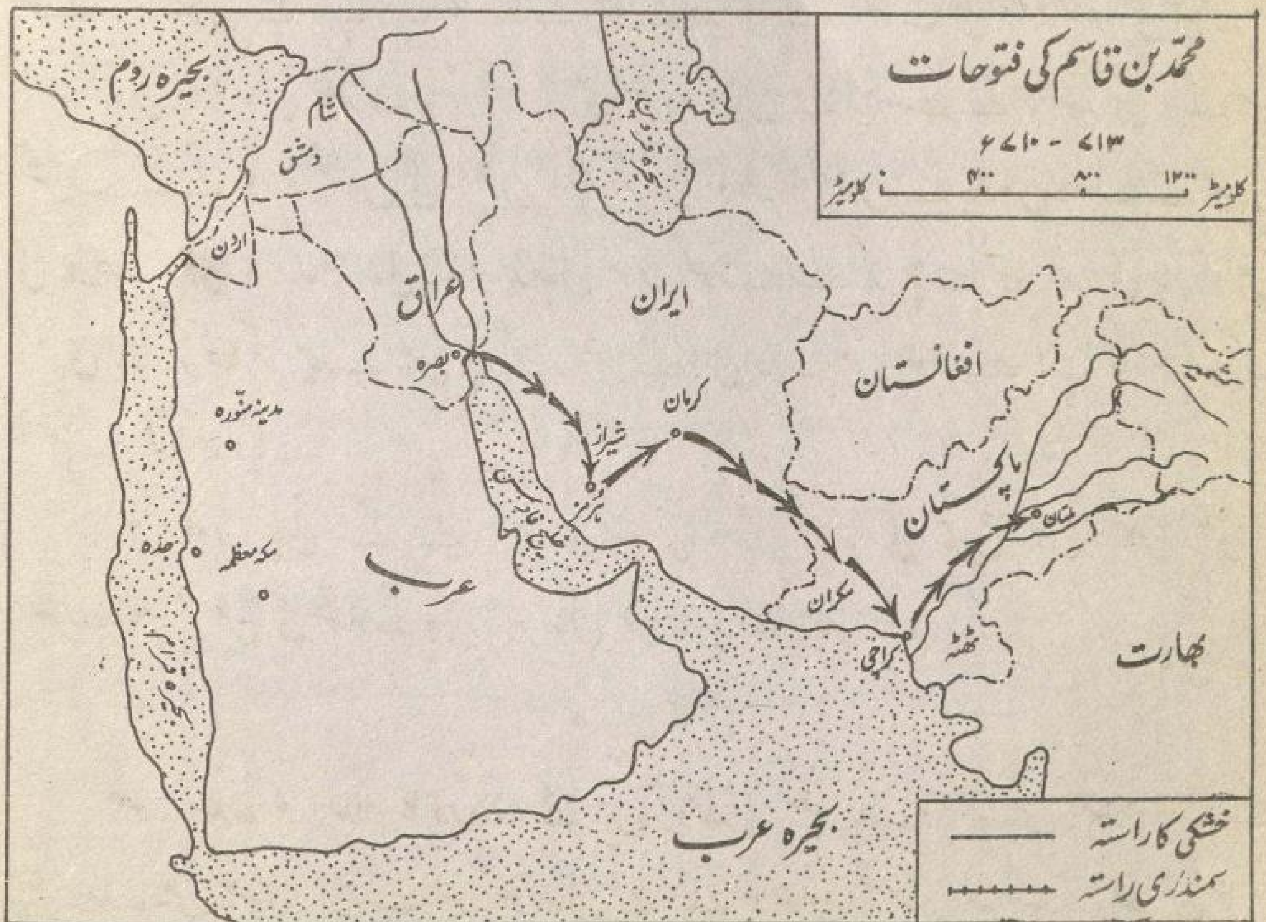
حق اور سچائی کے لیے ایسی قربانی کی مثال دُنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضرت اِمام حُسینؓ کی شہادت کی یاد ہر سال محرم میں منائی جاتی ہے۔

محمد بِن قاسمؒ

صوبہ سِندھ کو اِسلام کا دروازہ کہتے ہیں کیونکہ برصغیر پاک و ہند میں اِسلام سب سے پہلے سِندھ میں پھیلا۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک نوجوان مُسلمان سپہ سالار محمد بِن قاسمؒ

نے سندھ فتح کیا۔ اس کے بعد مسلمان یہاں آباد ہو گئے۔

مسلمانوں کے آنے سے قبل سندھ میں ایک ہندو راجا داہر حکومت کرتا تھا۔ عرب کے مسلمان سوداگر تجارت کے لیے دور دور جاتے تھے۔ ایک مرتبہ عرب تاجروں کے خاندان کے لوگ مع مال تجارت وغیرہ سری لنکا سے اپنے وطن عرب واپس جا رہے تھے۔ جب وہ دیبل (کراچی) کے قریب سے گزرنے لگے تو یہاں کے ہندو ڈاکوؤں نے اُن کے جہازوں کو لوٹ لیا اور عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔ یہ خبر سن کر اُس وقت کے بصرہ کے گورنر حجاج بن یوسف نے رجا داہر کو لکھا کہ وہ مسلمان عورتوں اور بچوں کو آزاد کرا کے اُنھیں اپنے سامان سمیت عرب روانہ کرے اور ڈاکوؤں کو سزا دے۔ مگر راجا داہر نے بہانہ بنا کر بات ٹال دی۔ اس پر مسلمانوں کی ایک فوج نے محمد بن قاسمؒ کی سرکردگی میں سندھ پر حملہ کیا۔ محمد بن قاسمؒ کی عمر اُس وقت 17 برس تھی۔ اُس نے سندھ کی بندرگاہ دیبل پر قبضہ کر لیا اور



راجا داہر کو شکست دی۔ اس کے بعد محمد بن قاسمؒ نے دریائے سندھ کے کنارے کے بہت سے شہروں پر قبضہ کرلیا۔ راجا داہر نے دو بار ایک بھاری لشکر مرتب کیا اور مقابلے پر آیا لیکن اُس کی فوج محمد بن قاسمؒ کی عظیم قیادت اور مسلمانوں کے جوش اور ولولے کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔ ہندو فوج کو زبردست شکست ہوئی اور راجا داہر مارا گیا۔ پورے سندھ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ محمد بن قاسمؒ نے کچھ عرصہ یہاں قیام کیا لیکن اُسے جلد ہی واپس بلا لیا گیا۔

محمد بن قاسمؒ نے فتح کیے ہوئے علاقوں کا انتظام بہت خُوبی سے کیا۔ اُس نے دوسری اِنتظامی باتوں کے علاوہ ڈاک کا انتظام بھی کیا۔ یہاں کے لوگوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور رواداری کا برتاؤ کیا۔ اُنھیں پوری مذہبی آزادی دی۔ مسلمانوں کے حملے سے پہلے جو لوگ یہاں کی حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر تھے اُن میں سے اکثر کو اُن کے عہدوں پر بحال کردیا۔ لوگ محمد بن قاسمؒ سے بہت محبت کرنے لگے۔ جب اُسے واپس بلایا گیا تو یہاں کے لوگ اُس کے لیے رو رہے تھے اور سخت افسوس کر رہے تھے۔

محمود غزنویؒ

افغانستان میں ایک علاقہ غزنی کہلاتا ہے۔ آج سے نو سو برس پہلے غزنی میں سُبکتگین ایک بادشاہ تھا۔ اُس زمانے میں پنجاب پر راجا جے پال حکومت کرتا تھا۔ جے پال سُبکتگین کی حکومت کو ختم کرنا چاہتا تھا، اس لیے سُبکتگین نے جے پال کے خلاف فوج کُشی کی اور جے پال کو شکست دی۔ راجا نے صلح کرلی اور ایک خاص رقم سالانہ خراج کے طور پر دینے کا وعدہ کیا۔ سُبکتگین کے انتقال کے بعد راجا اپنے وعدے سے پھر گیا۔ چنانچہ سُبکتگین کے بیٹے محمُود غزنویؒ نے جے پال کو بدعہدی کی سزا دینے کے لیے حملہ کیا اور اُسے شکست دی۔ اُس کے بعد محمُود غزنویؒ نے برصغیر پاک و ہند پر حملوں کا سلسلہ شرع کر دیا۔ اُس نے 17 حملے کیے اور ہر بار فتح یاب ہُوا۔ اُس نے پشاور اور پنجاب کو اپنی سلطنت میں ملا لیا اور ہندو راجاؤں کو شکست دے کر کانگڑہ، متھرا اور قنوج وغیرہ فتح کرلیے۔

سب سے آخری حملے میں محمُود غزنویؒ بہت طویل سفر کر کے کاٹھیا واڑ جا پہنچا۔ ہندُوؤں نے سومنات کے مقام پر ایک زبردست فوج کے ساتھ مُسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ سومنات میں ہندوؤں کا ایک مشہور مندر تھا۔ اُنھیں پورا بھروسہ تھا کہ اُن کے دیوتا اُن کی مدد کریں گے۔ ہندُو تعداد میں بہت زیادہ تھے مگر محمُود غزنویؒ ایک بہادر جرنیل بھی تھا۔ اس لڑائی میں مُسلمانوں کو فتح ہوئی۔ سلطان محمُود غزنویؒ کا یہ آخری بڑا حملہ تھا۔ وہ اِس کے بعد غزنی واپس چلا گیا اور وہیں اُس کا انتقال ہوا۔

سلطان محمود غزنویؒ نے اپنے مُلک میں تعلیم، ادب اور فن کی سرپرستی کی۔ اپنے دربار میں بڑے بڑے شاعر، حکیم اور عالم جمع کیے جن میں مشہور تاریخ دان البیرونی اور مشہور شاعر فردوسی بھی شامل تھے۔ البیرونی نے ہندوستان کی تاریخ لکھی ہے اور فردوسی نے ایک بہت مشہور نظم شاہنامہ ایران لکھی ہے۔ سُلطان محمُود نے اپنے مُلک میں رعایا کی بھلائی کے لیے بہت سے کام کیے۔ مسجدیں بنوائیں، نہریں کھدوائیں، کتب خانے اور مدرسے کھولے۔ اس کا شُمار مشہور بادشاہوں میں ہوتا ہے۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ

محی الدّین اورنگ زیب عالمگیرؒ مشہور مغل بادشاہ شاہجہان کا بیٹا تھا۔ وہ **1658** ء میں بادشاہ بنا اور عالمگیر کا لقب اختیار کیا۔ اس کے عہد میں ہندوستان کی مغلیہ سلطنت غزنی (افغانستان) سے چٹا گانگ (بنگلہ دیش) تک اور کشمیر (شمالی پاک و ہند) سے کرناٹک (جنوبی ہند) تک پھیلی ہوئی تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر ایک نہایت پاک باز، خدا ترس اور باعمل مسلمان بادشاہ تھا اور اُس کی حکومت ہر لحاظ سے صحیح اسلامی حکومت تھی۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ نے **1707** ء تک حکومت کی لیکن اس طویل عہد حکومت میں اُنھیں بہت کم چین نصیب ہوسکا۔ اس وسیع و عریض سلطنت میں غیر مسلم راجاؤں اور بعض

ناسمجھ مسلمان سرداروں نے مختلف اوقات میں بغاوتیں کیں۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ کو اُن کی سرکوبی کے لیے مجبوراً جنگیں لڑنی پڑیں۔ اس کے عہد کی مشہور بغاوتوں میں جاٹوں کی بغاوت، ست نامی فرقہ کی بغاوت، سکھوں کی بغاوت اور راجپوتوں کی بغاوت کے علاوہ خاندان مغلیہ کے سرداروں کی بغاوتیں شامل ہیں۔ اورنگ زیبؒ کو ہرجگہ زبردست کامیابیاں ہوئیں اور اس طرح تمام جنوبی ایشیا میں ایک بڑی وسیع اسلامی مملکت کا قیام برقرار رہا۔

اورنگ زیب عالمگیرؒ نے سارے ملک میں اسلامی قانون نافذ کیے۔ وہ خُود بھی بہت سادہ، فرض شناس، اور راسخ العقیدہ مُسلمان تھے۔ قُرآنِ مجید اپنے ہاتھوں سے لکھتے تھے۔ شرعی نظام رائج کرنے کے لیے اِسلامی فِقہ اور شریعت پر کتابیں لکھیں۔ احادیث جمع کیں اور اِسلام کی ترقی و ترویج کے لیے بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ وہ جاہ و جلال اور عیش پرستی سے نفرت کرتے تھے۔ ذاتی خرچ کے لیے حکومت کا ایک پیسہ خرچ کرنا بھی گناہ سمجھتے۔ بڑے عالم فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ وہ سیاسی تدبر اور سپاہیانہ خوبیوں کے مالک بھی تھے۔ اُن کی مشہور کتاب کا نام "فتاویٰ عالمگیری" ہے۔ حافظِ قُرآن ہونے کے ساتھ ساتھ صوم و صلوٰۃ کے بھی سخت پابند تھے۔

اورنگ زیبؒ کے عہد حکومت میں لاہور کی مشہور بادشاہی مسجد، ڈھاکہ (بنگلہ دیش) کی جامع مسجد، دہلی کا لال قلعہ اور لال باغ تعمیر ہوئے۔ یہ عمارتیں آج تک اپنی خوبصورتی اور پائیداری میں ثانی نہیں رکھتیں۔ وہ غیر اسلامی رسومات، تہواروں اور مشغلوں سے نفرت کرتے تھے اور اُن کی حوصلہ شکنی کرتے تھے۔ الغرض اُن کی حکومت جنوبی ایشیا میں اسلامی نظام کی ایک مکمل اور آخری حکومت تھی۔

بد قسمتی سے اُن کی اولاد اور جانشینوں میں کوئی بھی اس بڑی حکومت کو چلانے کا اہل نہیں تھا۔ مغل شہزادے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اُنھوں نے اسلام کے اصولوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور چند سال بعد ہی جنوبی ایشیا کی اس عظیم اسلامی حکومت کا مکمل طور پر خاتمہ ہوگیا۔

شاہ ولی اللہؒ

حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد کا نام شاہ عبدالرحیمؒ تھا۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے اپنے والد سے حاصل کی اور پھر عربی اور فارسی کی تعلیم اپنے والد کے مدرسے سے پوری کی۔ سترہ برس کی عمر میں وہ خود بھی اس مدرسے میں مُدرّس کی حیثیت سے کام کرنے لگے۔ پھر حج کے لیے چلے گئے اور دو سال مدینہ منورہ میں رہے۔ اِس زمانے میں بھی علم حاصل کرتے رہے۔ اِس کے بعد ہندوستان واپس آگئے۔

شاہ صاحب صرف ایک بڑے عالم ہی نہیں تھے بلکہ وہ سیاست کو بھی خوب سمجھتے تھے۔ دہلی میں مغل بادشاہوں کی سلطنت کا زوال شروع ہوگیا تھا اور مُسلمانوں کو تباہی اور بربادی کا سامنا تھا۔ ہندو پورے برصغیر پر اپنی حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ مغل سلطنت کے ٹکڑے ہو رہے تھے۔ مرہٹے بہت طاقتور ہوچکے تھے۔ ان حالات میں مُسلمانوں کی تباہی یقینی تھی۔ شاہ ولی اللہؒ نے جب اِن حالات کو دیکھا تو مُسلمانوں کو آنے والے خطرے سے آگاہ کیا اور انھیں آپس میں اتحاد قائم رکھنے کا مشورہ دیا۔ مگر مُسلمان اِس وقت اتنے کمزور ہوگئے تھے کہ وہ مرہٹوں اور ہندوؤں کا مقابلہ نہیں کرسکتے تھے۔ شاہ ولی اللہؒ نے احمد شاہ ابدالی کو خط بھیجے اور اُس سے کہا کہ فوج لے کر مُسلمانوں کی مدد کو آئے۔ اگر اس نے اس وقت مدد نہ کی تو برصغیر سے مُسلمانوں کا نام و نشان مِٹ جائے گا۔ چُنانچہ احمد شاہ ابدالی نے **1761**ء میں ہندوستان پر حملہ کیا اور پانی پت کے میدان میں ایک بڑی جنگ ہوئی جس میں ہندوؤں اور مرہٹوں کو زبردست شکست ہوئی اور مرہٹوں کی طاقت ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔

شاہ صاحبؒ نے بڑے نازک وقت میں مسلمانوں کی رہبری کی اور آنے والے خطروں سے آگاہ کیا۔ وہ سچے، نیک اور مخلص مسلمان تھے۔ اُن کے دل میں اسلام اور

مسلمانوں کی خدمت کا جذبہ بھرا ہوا تھا۔ انھوں نے بہت سی کتابیں لکھیں اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیم اور طریق زندگی سے بہت قریب لانے کی کوشش کی۔ انھوں نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔

ٹیپو سلطان

سلطان فتح علی ٹیپو جنوبی ہند کی اسلامی ریاست میسُور کے بانی سلطان حیدر علی کا بیٹا تھا۔ حیدر علی پنجاب کا باشندہ تھا۔ وہ ملازمت کی خاطر اپنے والد کے ساتھ دکن گیا اور وہاں میسُور کے راجا کی فوج میں بھرتی ہوگیا۔ حیدر علی بہت بہادر اور قابل آدمی تھا۔ ترقی کرتے کرتے وہ فوج کا سپہ سالار بن گیا۔ اختلافات پیدا ہونے کی بنا پر فتح علی نے راجا کو قید کر دیا اور میسور کی سلطنت خود سنبھال لی۔

سلطان حیدر علی اچھی طرح جانتے تھے کہ انگریز تمام برصغیر پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ ملک سے نکالنے کے لیے انھوں نے انگریزوں کے ساتھ کئی لڑائیاں لڑیں۔ ان لڑائیوں میں میسور کی پہلی لڑائی (1767ء تا 1769ء) اور میسور کی دوسری لڑائی (1780ء تا 1784ء) بہت مشہور ہیں۔ ان لڑائیوں میں حیدر علی کو زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں اور میسور ایک وسیع اور مضبوط ریاست بن گئی۔ 1784ء میں سلطان حیدر علی کی وفات پر ان کا بیٹا فتح علی ٹیپو ریاست کا سلطان بنا۔

ٹیپو سلطان نہایت نڈر، ذہین اور غیر معمولی صلاحیتوں والا شخص تھا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔ اپنے والد کی طرح انھیں بھی اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ انگریز تمام برصغیر پاک و ہند پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لیے سلطان ٹیپو نے مختلف اقدامات شروع کیے۔ انھوں نے میسور میں سماجی اور اقتصادی اصلاحات نافذ کیں۔ فوج کو جدید اسلحے سے لیس کیا۔ ان کی

تربیت اور ترتیب کی۔ فرانس اور ترکی سے تعلقات پیدا کیے اور اس طرح میسور ایک آسودہ حال اور مضبوط اسلامی ریاست بن گئی۔

ٹیپو سلطان کے ان اقدامات سے انگریز بہت خوف زدہ تھے۔ ٹیپو سلطان کی اسلام دوستی اور وطن پرستی بھی انگریزوں کو سخت ناگوار تھی۔ انھوں نے مرہٹوں اور نظام حیدر آباد (دکن) کو بھی اپنے ساتھ ملایا اور مختلف حیلوں بہانوں سے ریاست میسور کے ساتھ کیے گئے معاہدات کی خلاف ورزیاں کرنے لگے۔ اس طرح 1790ء میں انگریزوں نے سلطان کے خلاف اعلان جنگ کیا اور میسور کی تیسری لڑائی شروع ہوئی۔

ٹیپو سلطان نے انگریزوں کو زبردست شکست دی اور انھیں میسور کی سرحدوں سے باہر بھگایا۔ 1792ء میں انگریزوں نے مرہٹوں اور نظام (دکن) کی فوجوں سمیت ایک بار پھر ریاست میسور پر حملہ کیا۔ سلطان صلح کرنے پر مجبور ہوا۔ صلح کی معاہدے کی شرائط کے طور پر سلطان کو ریاست کے ایک بڑے علاقے کو چھوڑنے کے علاوہ ایک کثیر رقم بھی بطور تاوان جنگ ادا کرنی پڑی۔

انگریزوں، مرہٹوں اور نظام (دکن) سے انتقام لینے کے لیے ٹیپو سلطان نے اپنی فوج کو ایک بار پھر منظم کرنا شروع کیا۔ اس نے فرانسیسیوں کو بھی اپنی فوج میں بھرتی کیا اور انگریزوں کی طرف سے پیش کی گئیں کچھ نئی شرائط کو ماننے سے انکار کیا۔ اس طرح انگریزوں کو ایک بار پھر ریاست پر حملہ کرنے کا بہانہ مل گیا اور 1799ء میں میسور کی چوتھی لڑائی شروع ہوئی۔ انگریزوں، مرہٹوں اور نظام (دکن) کی مشترکہ فوجوں نے میسور پر تین اطراف سے حملہ کیا۔ سلطان کی فوجوں نے بڑی بے جگری، جواں مردی اور بہادری سے مختلف محاذوں پر دشمن کا مقابلہ کیا اور ہر جگہ دشمن کو زبردست نقصان پہنچایا۔ بدقسمتی سے ٹیپو سلطان سرنگاپٹم کے قلعے میں لڑتے لڑتے خود بھی شہید ہوگئے اور دشمنان اسلام کو فتح حاصل ہوئی۔

سُلطان فتح علی ٹیپو کی شہادت کے ساتھ برصغیر میں اسلامی حکومت کا ایک مضبوط قلعہ ٹوٹ گیا اور انگریزوں کو پورے ملک میں قدم جمانے کا موقع مل گیا۔

سرسید احمد خان

سرسید احمد خان 1817ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اُن کے والدین نے اُن کو نہایت اچھی تعلیم دی۔ جوان ہونے پر وہ بحیثیت جج کے سرکاری ملازم ہو گئے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم کیے جس سے سرسید احمد خان کو بے حد رنج ہُوا۔ اُن میں قوم کی خدمت کا بڑا جذبہ تھا۔ وہ بڑے دُور اندیش، سمجھدار اور مخلص انسان تھے اس لیے وہ مُسلمانوں کی بہتری کے لیے سوچنے لگے۔



سرسیّد احمد خان نے یہ کوشش کی کہ مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کا رویہ بدل جائے اور مسلمانوں کو بھی ملک کی حکومت میں حِصّہ ملے۔ وہ انگلستان بھی گئے۔ واپسی پر انھوں نے مسلمانوں پر زور دیا کہ وہ اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ انگریزی تعلیم بھی حاصل کریں تاکہ ملازمتوں اور تجارت وغیرہ میں دوسرے قوموں کا مقابلہ کر سکیں۔ انھیں یقین ہو گیا تھا کہ اگر مسلمانوں نے انگریزی تعلیم حاصل نہ کی تو وہ ترقّی کی دوڑ میں پیچھے رہ جائیں گے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے علی گڑھ میں ایک کالج قائم کیا جو بعد میں یونیورسٹی بن گیا۔

سرسیّد صاحب پہلے مسلمان لیڈر تھے جنھوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ برصغیر میں مسلمان اور

ہندو ایک ساتھ نہیں رہ سکتے ۔ ہندو انگریزوں کے ساتھ مِل کر پورے ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنا چاہتے تھے اور مُسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے محکوم بنا کر رکھنا چاہتے تھے ۔ سیّد احمد خان نے کہا کہ مسلمان اور ہندو علیحدہ علیحدہ دو قومیں ہیں اور یہی نظریہ کچھ عرصے بعد پاکستان قائم ہونے کی بُنیاد بنا ۔ سیّد صاحب زندگی بھر مُسلمانوں کی بہتری اور آزادی کے لیے کوشِش کرتے رہے ۔ اپنے حقُوق حاصل کرنے کے لیے انھوں نے مُسلمانوں کو مُنظّم کرنا شروع کیا ۔ ان کی کوشِشوں سے مُسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی اور مُسلمانوں کو یہ احساس ہوا کہ وہ علیحدہ قوم ہیں ۔ سید احمد خان کی کوشش سے مسلمانوں کی زندگی میں ایک انقلاب آگیا ۔ ان میں اپنے حقوق کی حفاظت اور علیحدہ قومیّت کا جذبہ پیدا ہوا ۔ مُسلمان قوم کو سرسیّد احمد خان نے ایسے راستے پر ڈالا جو آگے چل کر قوم کو پاکستان کی طرف لے گیا ۔ مُسلمان قوم پر سیّد صاحب کا یہ بڑا احسان ہے ۔

سید جمال الدّین افغانیؒ

سیّد جمال الدّین افغانیؒ افغانستان میں جلال آباد کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے ۔ وہ افغانستان کے سیّد خاندان سے تعلُق رکھتے تھے ۔ ان کے والد کا نام سیّد صفدر شاہ تھا جو افغانستان میں اپنے عِلم و فضل کی وجہ سے بہت مشہور تھے ۔ سیّد صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی ۔ اس کے بعد اپنے زمانے کے بڑے بڑے عالموں سے علم حاصل کیا ۔ سید صاحب کی عمر جب اٹھارہ سال کی ہوئی تو اُن کے والد کا انتقال ہوگیا ۔ والد کے انتقال کے بعد وہ افغانستان سے حج کے لیے روانہ ہوئے ۔ کچھ دن ہندوستان میں بھی قیام کیا ۔ جب وہ حج کر کے واپس آئے تو افغانستان کے بادشاہ دوست محمد نے انھیں اپنے درباریوں میں شامل کر لیا ، لیکن سیّد صاحب کو درباری زندگی پسند نہ آئی ، اس لیے انھوں نے افغانستان چھوڑ دیا اور ہندوستان ہوتے ہوئے مصر چلے گئے ۔ مصر میں عالموں نے اُن کی بڑی عِزّت کی اور بہت سے

لوگ اُن کے شاگرد ہوگئے، لیکن وہاں کی حکومت نے انھیں مصر میں ٹھہرنے نہ دیا۔
سید صاحب مسلمانوں کے اِتحاد کے بڑے حامی تھے۔ وہ تمام دُنیا کے مُسلمانوں کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنا چاہتے تھے۔ اُن کی کوشِش تھی کہ تمام مُسلمان ایک ہو جائیں اور مُلک و قوم کا فرق اُٹھا دیں۔ مصر سے نکلنے کے بعد سید صاحب تُرکی کے دارالحکومت قسطنطنیہ پہنچے۔ وہاں سید صاحب کا بڑا پُرجوش استقبال کیا گیا۔ وہاں بھی وہ مُسلمانوں میں اِتحاد کی برابر کوشِش کرتے رہے۔ اُن کی شہرت اب ہر مُلک میں پھیل گئی۔ انھوں نے اپنی تحریر و تقریر سے دُنیا بھر کے مُسلمانوں میں صحیح اِسلامی روح پھونک دی۔ آخر تریسٹھ برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انھیں ترکی کے شہر استنبول میں دفن کردیا گیا۔ 1939ء میں افغانستان کے بادشاہ نے ترکی سے اُن کی لاش منگوا کر کابل میں دفن کروائی اور ایک شاندار مقبرہ بنوایا۔
اِسلام کی جو خدمات سید صاحب نے انجام دی ہیں، وہ ہمیشہ یاد رہیں گی۔

مولانا عُبیداللہ سِندھیؒ

مولانا سِندھی سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ وہ ایک سِکھ خاندان کے فرد تھے۔ قیامِ پاکستان سے قبل پنجاب کے اکثر علاقوں میں سِکھ اور مُسلمان ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ عُبیداللہ سِندھیؒ جب ابتدائی تعلیم حاصل کر رہے تھے تو انھیں اِسلام سے لگاؤ ہو گیا۔ اُنھوں نے اِسلام پر کچھ کتابوں کا مطالعہ کیا، خصوصاً ایک بزرگ شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب کا اُن پر بہت اثر ہُوا اور اِسلام کی خُوبیاں اُن پر روشن ہوگئیں۔ انھوں نے اِسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد اُن کی روحانی تعلیم اور پرورش سِندھ کے ایک بزرگ حضرت پیر حافظ محمد صدیق کے ہاتھوں ہوئی۔ چونکہ مولانا عُبیداللہ سِندھی کی زندگی کا ایک بڑا حصّہ سر زمین سندھ میں گزرا اس لیے وہ اپنے نام کے ساتھ ہمیشہ سندھی لکھتے تھے۔
مولانا عُبیداللہ سِندھیؒ نے کئی بزرگوں سے تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد اُس وقت

کے مذہبی تعلیم کے مشہور مرکز دیوبند چلے گے جہاں اپنی تعلیم مکمل کی ۔ اُن کے دل میں اِسلام کی خدمت اور مُسلمانوں کی آزادی کا جذبہ بھرا ہوا تھا ۔ یہاں حالات مناسب نہ دیکھ کر وہ افغانستان چلے گئے ۔ وہاں انگریزوں کے خلاف سرگرم عمل رہے ۔ آزادی کی جِدوجُہد کے سلسلے میں وہ مختلف ملکوں میں گئے جن میں روس، ترکی اور حجازِ مُقدّس شامل ہیں ۔ اس سلسلے میں اُنھیں بڑی دُشواریاں اُٹھانی پڑیں ، مگر انھوں نے کبھی ہمت نہیں ہاری ۔ آزادی کی جِدوجُہد کے سلسلے میں وہ کچھ خاص اشارے استعمال کرتے تھے ۔ بڑے طویل عرصے کی جلا وطنی کے بعد مولانا وطن واپس آئے اور آخر عمر تک اِسلام کی خدمت اور انگریزوں کے خلاف جدوجہد کرتے رہے ۔

ڈاکٹر محمد اقبالؒ

برصغیر کے مسلمانوں میں پاکستان کا تصور سب سے پہلے ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے پیش کیا ۔



وہ ایک بڑے فلسفی شاعر، قوم کے رہبر اور سچے مسلمان تھے ۔ وہ چاہتے تھے کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے وہاں مسلمانوں کی علیحدہ خُود مختار حکومت قائم ہو ۔ خدا نے اُن کی یہ آرزو پوری کی لیکن وہ اسے اپنی زندگی میں نہ دیکھ سکے ۔

علامہ اقبالؒ 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی اس کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم ۔ اے پاس کیا ۔ اس کالج میں کچھ عرصہ خود بھی پروفیسر رہے ۔ اس کے بعد انگلستان چلے گئے ۔ وہاں سے انہوں نے بیرسٹری کی ڈِگری اور جرمنی

سے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری حاصل کی۔ واپسی پر لاہور میں بطور بیرسٹر کام کرنے لگے اور جلد ہی سارے ملک میں مشہور ہو گئے۔

علامہ اقبالؒ کی خاص شہرت اُن کی شاعری کی وجہ سے ہوئی۔ انھوں نے اُردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کی۔ ان کی شاعری سے برصغیر کے مُسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی۔ آپ مُسلمانوں کی آزادی کے لیے ہر وقت کوشش کرتے رہے۔ 1930ء میں وہ الہ آباد میں مُسلم لیگ کے سالانہ جلسے کے صدر چنے گئے۔ انھوں نے صاف طور پر یہ بات کہی کہ مُسلمان اور ہندو دو قومیں ہونے کی وجہ سے ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ اس لیے برصغیر کے جن صوبوں میں مُسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے انھیں ملا کر ایک علیحدہ آزاد مسلم حکومت قائم کی جائے۔ علامہ اقبالؒ نے قائد اعظمؒ کو انگلستان میں خط لکھے کہ وہ وطن واپس آئیں اور قوم کی رہبری کریں۔ چنانچہ قائد اعظمؒ واپس تشریف لے آئے اور مسلم لیگ کے صدر چنے گئے۔ جب تک علامہ اقبالؒ زندہ رہے، قائد اعظمؒ کو برابر خطوط لکھتے رہے۔

21 اپریل 1938ء کو علامہ اقبالؒ کا انتقال ہوگیا مگر انھوں نے مُسلمانوں کو جو راستہ دکھایا تھا اس پر چل کر 1947ء میں مُسلمانوں نے پاکستان حاصل کر لیا۔ علامہ اقبالؒ کا مزار لاہور میں بادشاہی مسجد کے پاس ہے۔ ہر سال 21 اپریل کو اُن کی برسی عقیدت سے منائی جاتی ہے۔

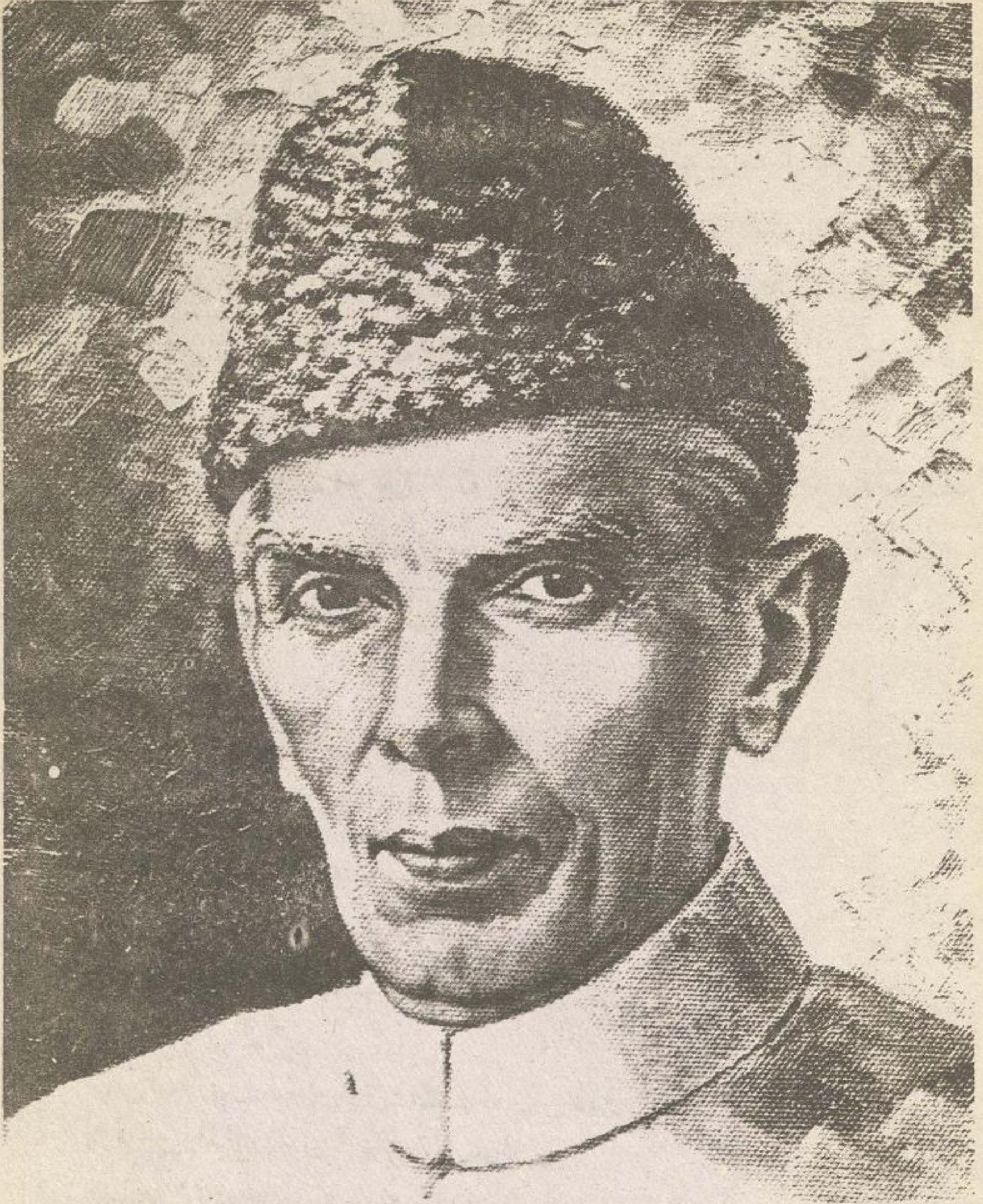
قائد اعظم محمد علی جناحؒ

قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے کچھ حالات آپ چوتھی جماعت میں پڑھ چکے ہیں۔ انھوں نے ایسے وقت میں مُسلمانوں کی رہبری کی جب مُسلمانوں کی حالت بہت خراب تھی۔ ان میں نہ اتحاد تھا نہ تنظیم۔ ہندو لیڈر مُسلمانوں کی علیحدہ حیثیّت ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس وقت کے انگریز حکمران بھی ہندوؤں کی طرف داری کرتے تھے۔ اس وقت قائد اعظمؒ نے بڑی محنت، کوشش اور خلوص سے مسلمانوں کو متحد کیا اور آزادی حاصل کرنے کے لیے ان

میں نئی روح پھونک دی ۔ ہندوؤں اور انگریزوں نے قائد اعظمؒ کی بڑی مخالفت کی مگر قائد اعظمؒ نے ہمت نہ ہاری ۔ قائد اعظمؒ فرمایا کرتے تھے کہ مایوسی اور ناکامی کے الفاظ میں نے سیکھے ہی نہیں ۔ اُن کی دیانت داری ، خلوص ، ہمت اور جذبہ خدمت کی وجہ سے تمام مسلمان اُن کے ساتھ ہو گئے ۔ 23 مارچ 1940 ء کو لاہور میں اُن کی صدارت میں مسلم لیگ کا ایک جلسہ ہوا جس میں مطالبہ کیا گیا کہ اُن علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے ، برصغیر کے مسلمانوں کے لیے آزاد سلطنت قائم کی جائے ۔ اس قرار داد کے بعد مسلسل سات برس تک جدوجہد جاری رکھی ۔ قائد اعظمؒ نے فرمایا کہ دنیا کی کوئی طاقت اب پاکستان کو نہیں روک سکتی اور ایسا ہی ہوا ۔ 14 اگست 1947 ء کو پاکستان قائم ہوا اور دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت وجود میں آئی ۔ قائد اعظمؒ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بنے ۔

شروع شروع میں قائد اعظمؒ اور پاکستان کے لوگوں کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ۔ اس وقت کراچی پاکستان کا صدر مقام بنا دیا گیا تھا ۔ یہاں نہ دفتروں کی عمارات تھیں اور نہ سرکاری کام چلانے کے لیے ضروری سامان اور نہ ہی خزانے میں روپیہ ۔ پاکستان بننے کے بعد بھارت میں بڑے پیمانے پر مسلمانوں کا قتل عام ہوا اور فسادات و غارت گری کی وجہ سے لاکھوں مسلمان بھارت سے ہجرت کر کے پاکستان آئے ۔ قائد اعظمؒ کو ان تمام باتوں کا رنج ہوا لیکن انھوں نے قوم کی ہمت بندھائی اور قوم کو ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا ۔ انھوں نے رات دن محنت سے کام کر کے پاکستان کی بنیادیں مضبوط کیں ۔ قائد اعظمؒ نے ایک مرتبہ فرمایا " پاکستان کو خدا نے ہر چیز دے رکھی ہے ۔ قدرت کی فیاضی نے اس ملک کو ہر دولت سے مالا مال کر رکھا ہے ۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اس سے پورا فائدہ اُٹھائیں ۔ محنت ، خلوص اور دیانت داری سے کام کر کے پاکستان کا وقار بڑھائیں ۔ پاکستانی ایک آزاد قوم ہے انھیں آزاد قوم کی طرح ملک کی تعمیر میں حِصہ لینا چاہیے "

قائد اعظمؒ نوجوانوں اور طلبہ کی بڑی قدر کرتے تھے ۔ انھوں نے ایک دفعہ فرمایا کہ



قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ

پاکستان کو اپنے جوانوں اور خصوصاً طلبہ پر فخر ہے جو آزمائش اور ضرورت کے وقت ہمیشہ سب سے آگے رہے ہیں۔ وہ طلبہ کو ہدایت فرماتے تھے کہ انھیں سب سے پہلے اپنی تعلیم پر توجہ دینی چاہیے اور اسے اچھی طرح مکمل کرنا چاہیے۔

قائد اعظمؒ کی صحت ہر وقت کام کرنے کی وجہ سے خراب ہونے لگی لیکن وہ ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود قوم کی بھلائی کے لیے دن رات کام کرتے رہے۔ آخر جب صحت زیادہ خراب ہوگئی تو مجبور ہو کر زیارت (کوئٹہ) گئے مگر اُن کی حالت بہتر نہ ہوئی۔ جیسے ہی انھیں کراچی واپس لایا گیا وہ 11 ستمبر 1948ء کو اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور پوری قوم کو سوگوار چھوڑ گئے۔

قائد اعظمؒ اب ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن پوری قوم اُن کی ہمیشہ احسان مند رہے گی۔ اُن کی کوششوں سے ایک آزاد اسلامی مملکت وجود میں آئی۔ اسے قائم رکھنا اور اس کی سلامتی اور ترقی کے لیے کوشش کرنا ہم سب کا اولین فرض ہے۔

سوالات

1۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کون تھیں اور انھوں نے رسول کریمؐ سے شادی کیوں کی؟
2۔ حضرت فاطمہؓ کی زندگی کے حالات بیان کریں۔
3۔ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے اسباب بیان کریں۔
4۔ محمد بن قاسم پر دس جملے لکھیں۔
5۔ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر کل کتنے حملے کیے اور کن کن مقامات کو فتح کیا؟
6۔ اورنگزیب عالمگیر کی اسلام سے محبت کن باتوں سے واضح ہے؟
7۔ شاہ ولی اللہؒ نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت کیوں دی تھی؟

8۔ ہندوستان کے انگریز حکمران سُلطان ٹیپو سے کیوں خوف زدہ تھے؟

9۔ سید احمد خان نے مُسلمانوں کے لیے کیا مطالبہ کیا تھا؟

10۔ سید جمال الدین افغانی کی شہرت کی وجہ کیا ہے؟

11۔ مولانا عُبید اللہ سندھیؒ نے ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کے لیے کِس کِس مُلک کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی؟

12۔ علامہ اقبالؒ نے مُسلمانوں کے لیے کیا مطالبہ کیا؟

13۔ قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی زندگی کا حال بیان کیجیے۔

عملی کام

1۔ محمد بن قاسمؒ، سید احمد خانؒ، علامہ اقبالؒ اور قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی تصویریں جمع کیجیے اور اپنی کاپی پر چپکا کر ہر ایک کے مُتعلق پانچ پانچ جملے لکھیے۔

پیارے بچو!

مطالعہ معاشرتی علوم کا مقصد صرف یہی نہیں کہ محض معلومات میں اضافہ کیا جائے، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ علم کی روشنی میں ہم اپنے اخلاق اور کردار میں ہر ممکن اصلاح کریں۔ ہمیں قانون کا احترام کرنا چاہیے تاکہ بہتر معاشرہ تشکیل پائے۔ اپنے حقوق کے بجائے دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا ہی معاشرتی بہبود کا تقاضا ہے۔

جب ہم میں سے ہر ایک دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے گا تو معاشرتی برائیاں ختم ہو جائیں گی۔

تیار کردہ: این ڈبلیو ایف پی ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور منظور شدہ محکمہ تعلیم صوبہ سرحد بطور واحد نصابی کتاب برائے جملہ مدارس صوبہ سرحد و قبائلی علاقہ جات قومی ریویو کمیٹی وزارتِ تعلیمات حکومتِ پاکستان نے اس کتاب کے مسودے کو ریویو کیا سی ایم ایل اے کی مقرر کردہ کمیٹی برائے جائز نصابی کُتب نے اِس کتاب کے مسودہ کو ریویو کیا

قومی ترانہ

پاک سَرزمین شاد باد کِشورِ حَسِین شاد باد
تو نشانِ عَزمِ عالی شان ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سَرزمین کا نِظام قُوّتِ اُخوّتِ عوام
قوم ، مُلک ، سلطنت پائندہ تابِندہ بَاد
شاد بَاد منزلِ مُراد

پرچمِ سِتارہ و ہلال رَہبرِ ترقّی و کمال
ترجُمانِ ماضی شانِ حال جانِ اِستقبال
سایۂ خُدائے ذُوالجلال

سریل نمبر	تعداد	کوڈ نمبر	قیمت	پبلیشرز
23531	80000	E4/SBB/A12(03)	17.00	سٹار بک بنک قصہ خوانی پشاور